September-2021 ستمبر ۲۰۲۱ء ISSN 2395 - 1494

اہلِ سنت کا ترجمان

ماہنامہ کنز الایمان دہلی

بھارت میں تحفظ ناموس رسالت کی تحریک

دوسرے مذاہب کے معبودانِ باطل کو برا کہنے کی قرآنی ممانعت

احادیث صحیحین سے غیر مقلدین کے انحراف کا علمی جائزہ

حضرت خالد بن ولید اسلامی تاریخ کے عبقری جرنیل

دعوت اسلامی میں فکر رضا کی جلوہ سامانیاں

اب خدا ہی میری کشتی کو بچائے تو بچے

مسلمانوں کی ذہنی غلامی اور سیاست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت کے مشاہیر علمائے ہند

١. شیخ عبد الحق محدث دہلوی
٢. مجددِ الف ثانی شیخ احمد سرہندی
٣. علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
٤. علامہ عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی
٥. شاہ عبد العزیز محدث دہلوی
٦. شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی
٧. شاہ احمد سعید مجددی رام پوری
٨. علامہ فضلِ حق چشتی خیرآبادی
٩. علامہ عبد العلیم فرنگی محلی لکھنوی
١٠. علامہ فضلِ رسول عثمانی بدایونی
١١. سید شاہ آلِ رسول احمد مارہروی
١٢. مفتی ارشاد حسین مجددی رام پوری
١٣. مفتی غلام دستگیر قصوری لاہوری
١٤. علامہ عبد القادر برکاتی بدایونی
١٥. امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی
١٦. سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی
١٧. شیخ الاسلام شاہ انوار اللہ فاروقی حیدر آبادی

کے مسلکِ حق و صداقت کا نقیب و ترجمان

بفیضِ حضور مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان

ماہنامہ کنز الایمان دہلی

ستمبر ۲۰۲۱ء

محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۴۳ھ

جلد ۲۶ — شمارہ ۹

تفصیلِ ممبرشپ

قیمت فی شمارہ	۲۵ روپے
سالانہ	۳۰۰ روپے
اعزازی	۵۰۰ /
تاحیات	۱۰۰۰۰ /
بیرونِ ممالک	۳۰ امریکی ڈالر
تاحیات	۲۰۰۰ امریکی ڈالر

Published, Printed & On Behalf Of
Mohammed Qamruddin Razvi
Printed At : **Javed Press** 2096 Rodgran,
Lal Kuan, Delhi-06
Published From **Kanzul Iman Monthly**
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-06

ماہ نامہ کنز الایمان دہلی
آن لائن پڑھنے کے لیے لاگ ان کریں
www.razvikitabghar.com

نوٹ رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف دہلی کی عدالت میں قابلِ سماعت ہوگا۔ مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

Googlepay & Phonepay
7827420875
Contact-No.
9350505879

مراسلت و ترسیلِ زر کا پتہ
ماہنامہ کنز الایمان دہلی
۴۲۳، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶
KANZUL IMAN MONTHLY
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6 (India)
Ph:.23264524 Email.kanzuliman.delhi@gmail.com

آئینۂ کنز الایمان

ماہ نامہ کنز الایمان سے متعلق کوئی بھی رقم مندرجہ ذیل بینک اکاؤنٹ نمبر میں جمع کر سکتے ہیں

نوٹ: کنز الایمان کی سالانہ قیمت -/250 ہے۔ اسے آپ ڈاک خانہ سے منی آرڈر کریں۔ بوجہ مجبوری بینک اکاؤنٹ میں -/300 روپے جمع کریں۔

SBI BANK A/c No.:35490268797
IFSC Code: SBIN0002366 Branch: Jama Masjid
NAME: KANZUL IMAN MONTHLY

رضوی کتاب گھر سے متعلق کوئی بھی رقم مندرجہ ذیل بینک اکاؤنٹ نمبر میں جمع کر سکتے ہیں

منی آرڈر فارم کے اوپر آپ اپنا پورا پتہ پن کوڈ کے ساتھ لکھیں اور اس پتے پر بھیج دیں۔ دفتر ماہنامہ کنز الایمان 423 مٹیا محل جامع مسجد دہلی۔6

ICICI BANK A/c No.:629205502129
IFSC Code: ICIC0006292 Branch: Chandni Chowk
NAME: RAZAVI KITAB GHAR

(نوٹ) رقم جمع کرنے کے بعد فون پر ضرور اطلاع کریں 011-23264524

اداریہ

بھارت میں تحفظ ناموس رسالت کی تحریک

محمد ظفر الدین برکاتی٭

گزشتہ چند سالوں سے رضا اکیڈمی ممبئی نے ایک ایمان افروز خوش گوار بدعت شروع کی ہے کہ ۲۰، اپریل "یوم ولادت رسول" کو "عالمی یوم درود" کے نام سے منایا جائے اور خلوص کی بدولت، سواد اعظم اہل سنت و جماعت نے شمسی (عیسوی) تاریخ کے مطابق ۲۰، اپریل کو یوم ولادت رسول کے طور پر مان لیا ہے جس سے یہ امید جگی ہے کہ رضا اکیڈمی ۱۲، ربیع الاول کی طرح ۲۰، اپریل کو بھی یوم ولادت رسول کے طور پر رواج دینے میں کامیاب ہوجائے گی کیونکہ اس اقدام وعمل کی پذیرائی اور مبارک بادی کے ساتھ درود خوانی میں سبقت لے جانے کی تحریک بھی زور پکڑنے لگی ہے، یہ سب حسن عقیدت اور خوش عقیدگی کا خوش گوار نتیجہ ہے۔

حالانکہ رضا اکیڈمی کے حوالے سے بہت سے سادہ لوح سنی مثبت اور منفی تبصرے بھی کرتے ہیں کہ سر راہ کھڑے ہوکر اجتماعی طور پر اذان پکارنا، چوک چوراہوں پر اجتماعی دعائیں کرنا اور عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر ہیلی کاپٹر کے ذریعے مزار اعلیٰ حضرت پر پھول برسانا عجیب و غریب حرکت ہے اور مال کو ضائع کرنا ہے لیکن ہم یہ مانتے ہیں کہ مال کے ضیاع کا مسئلہ اپنی جگہ لیکن جس رقم کو جس عمل کے نام پر حاصل کیا گیا ہے اُسی کے لئے خرچ کرنا چاہیے، یہ مسئلہ بھی یاد رہے، البتہ یہ تبصرہ قابل سماعت ہے کہ اس کی بجائے وہ رقم ملت و جماعت کے تعمیری کام پر خرچ کرنا چاہیے لیکن سوال یہ ہے کہ ملت و جماعت کے پیسوں سے لاکھوں کے شامیانے میں کھڑے ہوکر اپنے ہی بزرگ اور کارآمد مخلص علمائے دین پر منفی تبصرے اور الزام تراشیاں کس حد تک درست ہیں؟ ملت و جماعت کی اصلاح و فلاح اور اعمال و افکار کی درستگی پر توجہ دینے کی بجائے منفی خطاب وگفتگو کرکے ملت و جماعت کا قیمتی وقت اور مال ضائع کرنے کی روایت بھی ہمیں عجیب وغریب لگنا چاہیے۔

دراصل ہمارے یہاں غنیمت اور عزیمت کا پہلو بڑا کمزور ہو گیا ہے اور کام کرنے والوں کی تعداد گھٹ کر زیرو پر آگئی ہے، اسی لئے بہت سے نیک اور اچھے کام بھی منفی تبصرے کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں اور خیر کا پہلو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، حالانکہ حسن عقیدت اور عشق رسالت سے متعلق کسی بھی اقدام وعمل پر منفی گفتگو کرنے اور تبصرہ بازی سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ بہت سے ایسے نیک اور مبارک کام ہیں جنھیں ہم نہیں کرتے اور جسے توفیق ملتی ہے، وہ کر گزرتا ہے جیسے "عالمی یوم درود" کی مبارک تحریک تو ہمیں ایسی توفیق پر رشک کرنا چاہیے۔

۲۰۲۱ء کے شروع میں ہی وسیم رضوی جیسے بد دماغوں کے ذریعے قرآن پاک، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، صحابہ کرام اور اسلامی روایات کی توہین اور گستاخی کا سلسلہ شروع ہوا ہے، تب سے رضا اکیڈمی ممبئی نے اپنے طور پر تحفظ ناموس رسالت، تحفظ قرآن اور تحفظ ناموس صحابہ و صحابیات کی قانونی اور جمہوری تحریک شروع کر رکھی ہے۔ دینی اسلامی طور پر عقلی ونقلی دلیلوں سے قرآن پاک، ناموس رسالت اور ناموس صحابہ کے دفاع میں زبانی قلمی اور تحقیقی اقدام وعمل کرتی رہی ہے، ساتھ ہی بھارت کی ریاستی اور مرکزی انتظامیہ کے اعلیٰ افسران سے ملاقات اور بڑے سیاست دانوں سے بات کرکے اپنے مطالبات رکھ رہی ہے۔ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں بھی مسلسل قانونی چارہ جوئی میں جُٹی ہوئی ہے اور یہ سبھی نیک کام رضا اکیڈمی کے بانی وسربراہ الحاج محمد سعید نوری کی ذاتی دلچسپی اور خیر خواہوں کے اقدامی تعاون اور مالی حمایت سے ہوتے جا رہے ہیں جس میں سنی جمعیت العلماء مہاراشٹر کے صدر محترم حضرت سید محمد معین الدین اشرف اشرفی جیلانی عرف معین میاں کی بھرپور حمایت، قابل تعریف وتقلید ہے۔

مارچ میں وسیم رضوی جیسے بد دماغوں کی گستاخانہ حرکتوں اور حکومت و انتظامیہ کی خاموشی کو ہی دیکھتے ہوئے رضا اکیڈمی نے ناموس رسالت وصحابہ کو سنجیدگی سے لیتے ہوئے بھارت کے مسلمانوں کی ایک قومی تحریک بنانے کی کوشش کی اور مہاراشٹر کے علمائے کرام کی حمایت و اتفاق رائے سے "تحفظ ناموس رسالت بورڈ" بنایا جس کی سرپرستی حضرت معین میاں صاحب اور قیادت الحاج محمد سعید نوری صاحب کر رہے ہیں اور پورے بھارت میں دورہ کر کے مشائخ اور علمائے کرام سے ملاقات وحمایت کا

سلسلہ شروع ہے اور سب سے اچھی بات یہ ہے کہ ریاستی اسمبلیوں کے مسلم ارکان اور مسلم ارکان پارلیمنٹ سے ملاقات کر کے تحفظ ناموس رسالت قانون بنانے اور ''پیغمبر حضرت محمد بل'' کو پیش کر کے اُسے پاس کرانے کی وکالت کرنے پر زور دے رہے ہیں۔ اس کی ابتدا مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ، وزیر داخلہ، ممبئی کے پولیس کمشنر اور سیاسی جماعتوں کے قائدین سے ملاقات کر کے تحریری طور پر تحفظ ناموس رسالت قانون کی حمایت میں کھڑے ہونے کی درخواست کی ہے اور پورے بھارت میں تحریکی دورہ کی شروعات سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز کی بارگاہ میں حاضری سے کردی ہے۔ اب تک تھانے، رتنا گیری، چپلون، مہاڈ، راجہ پور، پونے، ناگ پور، ناسک، مالیگاؤں، اورنگ آباد (مہاراشٹر) احمد آباد، سورت، بھروچ، بڑودہ، کاٹھیہ واڑ (گجرات) حیدرآباد، گلبرگہ (آندھرا پردیش) کوٹہ، جے پور (راجستھان) دہلی، بریلی شریف، مارہرہ شریف، دیوہ شریف، کچھوچھہ شریف، لکھنؤ جیسے شہروں میں ''تحفظ ناموس رسالت بورڈ'' کی شاخیں قائم ہو چکی ہیں اور مقامی انتظامیہ اور سیاست دانوں سے ملاقات کی جارہی ہے۔ دہلی میں عام آدمی پارٹی کے رکن پارلیمنٹ سنجے سنگھ سے ملاقات کر کے تحریری درخواست پیش کردی ہے کہ وہ پارلیمنٹ میں تحفظ ناموس رسالت قانون کی آواز بلند کریں اور ''پیغمبر حضرت محمد بل'' کو پیش کر کے پاس کرانے کی وکالت کریں۔

رضا اکیڈمی اور سعید نوری صاحب کو جاننے والے یہ بھی جانتے ہیں کہ رضا اکیڈمی کے دینی سماجی اور مذہبی قانونی اقدام وعمل کا مرکز ممبئی ضرور ہے لیکن اس کے دائرۂ کار میں ممبئی، دہلی، مارہرہ اور بریلی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ممبئی میں منصوبہ بندی ہوتی ہے، دہلی میں پیش قدمی ہوتی ہے، بریلی شریف سے حمایت اور مارہرہ شریف سے پذیرائی مل جاتی ہے جس سے انھیں قلبی سکون حاصل ہو جاتا ہے کہ پیر خانہ اور مرکز اہل سنت سے حمایت و پذیرائی مل گئی تو سب ٹھیک ہے، حوصلے بھی بلند ہو جاتے ہیں اور یہ سب نسبت اور تعلق کے پاکیزہ ہونے کی دلیل ہے کہ اپنے ہر کام کی حمایت و پذیرائی اپنے پیر خانہ اور مرکز اہل سنت سے حاصل کی جائے۔

رضا اکیڈمی ممبئی مہاراشٹر کی تحریک ہے لیکن اپنی دینی ملی اور قومی سماجی خدمات کی بدولت آج پورے بھارت کے مسلمانوں کی مشترکہ تنظیم بن ہوئی ہے اور اس کی خوش قسمتی اور سعید نوری صاحب کا واقعی خلوص کہیے کہ آج بھارت کے کسی بھی شہر میں اُنھیں سنیوں کا اجتماع کرنے کے لئے افرادی قوت کی کمی نہیں اور مقامی انتظامیہ سے ملاقات کے لئے خاص افراد واشخاص کا نمائندہ وفد بنانے میں کوئی دقت نہیں۔ دہلی جیسے مصروف شہر میں بھی وہ جب چاہتے اور جیسے چاہتے ہیں اپنی سرگرمیاں جاری رکھتے اور ایک دو دِنوں میں بڑا سے بڑا کامیاب اجلاس بلانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جیسے ابھی ایک ہفتے میں دہلی میں چار پانچ کامیاب مشاورتی اجلاس کر لیا جن میں جمنا پار کی تحفظ ناموس رسالت کانفرنس اور جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء ذاکر نگر کی تحفظ ناموس رسالت کانفرنس بڑی حوصلہ افزا ثابت ہوئی جہاں سے تحریک کا پیغام دور دور تک پہنچا، اس کی کامیابی سے خوش ہو کر سید قیصر خالد فردوسی نے خوب حق بیانی کی ہے کہ

ایک مردِ باعمل ہیں حضرت سعید نوری
تنہا ہی ایک دَل ہیں حضرت سعید نوری
ناموس مصطفیٰ کے حفظ و بقا کی خاطر
دہلی میں آج کل ہیں حضرت سعید نوری

دراصل دہلی میں الحاج محمد سعید نوری صاحب کے چند بڑے خیر خواہ اور مخلص پیر بھائی ایسے ہیں جن کی بدولت وہ حوصلوں سے بھرے رہتے ہیں، ماہ نامہ کنز الایمان دہلی کے سابق بانی مدیر اعلیٰ علامہ یاسین اختر مصباحی صاحب (موجودہ مشیر اعلیٰ) رضوی کتاب گھر دہلی کے مالک حافظ محمد قمر الدین رضوی صاحب مرحوم (اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے) مفتی اعظم راجستھان کے صاحب زادے حاجی محمد معین الدین اشرفی سنبھلی، قائد اہل سنت کے صاحب زادے غلام ربانی صاحب (صدر جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء) حاجی محمد حسنین برکاتی (سکریٹری جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء) قاری ریاست حسین رضوی ناگلوئی، جناب محمد عظیم نقشبندی دریا گنج، مولانا زین اللہ نظامی غوثیہ فلاح ملت فاؤنڈیشن جسولہ اور مولانا اقلیم رضا مصباحی لمرا فاؤنڈیشن صاحبان وغیرہ کی بھرپور حمایت ہوتی ہے۔ دہلی میں انہی قدر شناس صاحبان کے تعاون سے ''تحفظ ناموس رسالت بورڈ'' کی قانونی اور آئینی تحریک ہندوستان گیر بننے جارہی ہے اور ہمارا وِجدان کہتا ہے کہ دل میں نیک خواہشات وجذبات ہیں اور عمل میں خلوص ہے تو ان شاء اللہ اِس پاکیزہ تحریک کی برکتوں سے کامیابی یقینی ہے۔ اسی یقین کی بدولت ہم نے یہ کہنے کا حوصلہ کیا ہے کہ مناسب حکمت عملی کے تحت مسلسل لگے رہے اور ضروری منصوبہ بندی کے ساتھ آگے بڑھتے رہے تو بھارت میں ''تحفظ ناموس رسالت'' کی یہ تحریک ضرور کامیاب ہوگی۔

روحانی طور پر مضبوط بن جائیے!

”کیا کریں؟ کون سی راہ اختیار کریں؟ سب کچھ سمجھ سے بالاتر ہے“

اِس طرح کے جملے آج زبان زدِ خاص وعام ہیں، لوگوں کا اِس طرح سوچنا بے جا نہیں لیکن اللہ کی قدرت وطاقت سے مایوس ہونا بھی صحیح نہیں۔

اِس وقت پوری دنیا اضطراب کی وادیوں سے گزر رہی ہے اور اِن مشکلات سے نکلنے کا بظاہر کوئی راستہ بھی نہیں دِکھ رہا ہے۔لوگوں کو تسلی دینا اور اطمینان دلانا تو آسان ہے لیکن اضطراب سے نجات دلانا بہت مشکل ہے۔رمضان المبارک جیسے مقدس مہینے میں مساجد میں عبادت سے محرومی، لاک ڈاؤن، معاشی بدحالی، مساجد میں پابندیاں، حرمین شریفین میں سختیاں، اِن جیسی پابندیوں نے پوری اُمت مسلمہ کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔کیا کریں؟ کون سی راہ اختیار کریں؟ سب کچھ سمجھ سے بالاتر ہے۔یہ جملے آج زبان زدِ خاص وعام ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ لوگوں کا اس طرح سوچنا اور کہنا بے جا نہیں لیکن اللہ کی قدرت وطاقت سے مایوس ہونا بھی صحیح نہیں۔بظاہر ہمیں مایوسی نے آلیا ہے اور یہ مایوسی ہمارے پورے وجود پر چھا گئی ہے مگر یاد رکھیں کہ اللہ سے بڑی کوئی طاقت نہیں، اسی لئے اسلام میں مایوسی کو کفر قرار دیا گیا کیوں کہ مایوسی جب چھا جاتی ہے تو وہ اس بات کا خاموش پیام دیتی ہے کہ اب کچھ نہیں ہونے والا، کوئی کام نہیں بننے والا، کوئی سبیل نہیں نکلنے والی۔یہ ایک ایسا نازک مرحلہ ہوتا ہے جب انسان ان اندھیروں میں بھٹکنے لگتا ہے لیکن اللہ پر مضبوط ایمان رکھنے والے اللہ کے ولی جانتے ہیں کہ وہی ایک ایسی طاقت ہے جو ناممکن کو بھی ممکن بناتی ہے، جو اندھیرے کو بھی اجالے میں بدلتی ہے، وہ ہمیں ایسے امکانات کے سامنے لا کھڑی کرتی ہے کہ ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا۔

اب سوال یہ ہے کہ آخر ہم اِن حالات سے کیسے نکلیں؟ اِن حالات میں اپنے آپ کو روحانی اعتبار سے زیادہ سے زیادہ مضبوط کریں، حوصلے بلند رکھیں، اللہ سے امید وابستہ رکھیں اور حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے استغاثہ اور توسل کریں۔اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کیا خوب عرض کرتے ہیں:

تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا　　　تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہ محن پھول

ایک اور مقام پر کہتے ہیں:

غمزدوں کو رضاؔ مژدہ دیجیے کہ ہے　　　بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

اللہ کی ذات پر کامل توکل رکھیں اور امید رکھیں کہ وہی امت مسلمہ کے لئے کوئی سبیل پیدا فرمائے گا۔اللہ پاک سے ناامیدی صرف گمراہوں کا مقدر ہے۔قرآن مقدس میں رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: قَالَ وَمَنۡ یَّقۡنَطُ مِنۡ رَّحۡمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوۡنَ۔(الحجر: ۵۶)

ترجمہ: کہا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہو مگر وہی جو گمراہ ہوئے۔(کنز الایمان)

ہمیں اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھامنا ہوگا۔آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کتاب اللہ حبل اللہ ممدود من السماء والارض، اللہ کی کتاب اللہ کی رسی ہے، جو آسمان سے زمین کی طرف دراز ہے۔اسی مفہوم کی ایک اور حدیث ہے کہ قرآن کا ایک کنارہ اللہ کے دست قدرت میں ہے اور دوسرا کنارا تمھارے ہاتھوں میں ہے، پس اس کو مضبوطی سے تھام لو۔اُس کے بعد نہ تم ہلاک ہوگے اور نہ ہی گمراہ ہوگے۔(مصنف ابن ابی شیبہ)

تلاوت قرآن کی کثرت اور کنز الایمان سے ترجمہ کا مطالعہ، درود شریف پڑھنے کا اہتمام اور توبہ واستغفار کی کثرت ہماری پریشانیوں کا علاج بن سکتے ہیں۔رب تعالیٰ پوری امت مسلمہ بلکہ پوری دنیا کو اضطراب کی وادیوں سے نکال کر امن وامان کے جلوے نصیب فرمائے۔آمین

(مولانا) محمد شاکر علی نوری، امیر سنی دعوت اسلامی ممبئی

انوارِ قرآن

عہد رسالت میں کتابت وحفاظت قرآن

ڈاکٹر محمد احمد نعیمی★

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عہد مبارک میں صرف حفظ قرآن کے ذریعہ ہی حفاظت قرآن کا خاص اہتمام نہیں فرمایا، اور حفظ قرآن کے لئے ہی صحابۂ کرام اور اپنی امت کو ترغیب وتاکید نہیں فرمائی بلکہ اس کے ساتھ کتابت قرآن کے لئے بھی آپ نے خاص انتظام فرمایا تھا اور اپنی امت کو اس کے لئے بھی خاص ہدایت فرمائی تھی۔ یعنی دورِ رسالت میں وحی الٰہی یا کلام الٰہی کو نہ صرف لفظ بلفظ حفظ کیا جاتا بلکہ اس کو کتابی شکل میں بھی محفوظ کیا جاتا تھا۔ اس طرح کلام اللہ کی دوہری حفاظت کی جاتی: ایک مکتوب قرآن، دوسرے ملفوظ قرآن اور ظاہر ہے کہ جو چیز اس طرح محفوظ کی جائے نہ اُس میں غلطی کا امکان ہوسکتا ہے اور نہ اُس کے تغیر وتبدل کا۔

مختلف احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن پاک کی کتابت کا خاص اہتمام فرماتے۔ احادیث کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ دوشنبہ ربیع الاوّل ۴۰ نبوی کو دوسری وحی نازل ہوئی اور پنج شنبہ کو خالد بن سعید مشرف باسلام ہوئے اور ان سے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتابت شروع کرائی۔ اس طرح نزول وحی کے چوتھے دن کتابت شروع ہوئی جو نزول قرآن کے اختتام تک برابر جاری رہی۔

(صحیح بخاری ج:۳،ص:۷۱۶، جامع ترمذی، ج:۲،ص:۱۲۴)

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت زید بن ثابت آپ کے پڑوس میں رہتے اور جب وحی آتی تو فوراً ان کو بلا لیتے اور جو کچھ نازل ہوتا لکھوا دیتے۔ (سنن ابوداؤد) یہی نہیں بلکہ لکھوانے کے بعد پڑھوا کر سنتے اور جو غلطی ہوتی اس کی اصلاح فرماتے، پھر لوگوں کو نقل کے لئے عنایت فرماتے۔ (مجمع الزوائد، ج:۱،ص:۶۰)

صحابۂ کرام قرآن کو کس چیز پر لکھتے اور کس طرح محفوظ کرتے تھے، اس تعلق سے فتح الباری میں ہے: **کانو یکتبون المصحف فی الرّق ویجعلون له دفتین من خشب۔** یعنی صحابہ قرآن پاک کو باریک چمڑے پر لکھتے اور اس کو دو چوبی دفتیوں میں رکھ لیتے اور اس طرح رکھتے کہ جب کوئی آیت نازل ہوتی اور یہ ہدایت فرمائی جاتی کہ فلاح فلاں سورت میں فلاں فلاں آیت کے بعد یہ لکھ لی جائے تو لکھ لی جاتی۔ (فتح الباری جلد ۹، الاتقان جلد:۱ص: ۱۴۴، ۱۴۵)

مختصر یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نزول کے ساتھ وحی کی کتابت کا بھی مخصوص اہتمام رکھا پھر جیسے جیسے وحی نازل ہوتی گئی بڑے ہی اہتمام وتوجہ کے ساتھ اس کی کتابت کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس عظیم ذمہ داری کے لئے بہت ہی لائق وقابل اعتماد کاتبین وحی کا انتخاب کیا گیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن صحابۂ کرام سے قرآنی آیات اور سورتوں کی کتابت کرائی ان کی تعداد چالیس سے زیادہ ہے جن میں حسب ذیل کاتبین صحابہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق (۲) حضرت عمر فاروق (۳) حضرت عثمان غنی (۴) حضرت مولیٰ علی (۵) حضرت زبیر بن عوام (۶) حضرت سعد بن ابی وقاص (۷) حضرت امیر معاویہ (۸) حضرت زید بن ثابت (۹) حضرت خالد بن ولید (۱۰) حضرت عبداللہ بن رواحہ (۱۱) حضرت عمرو بن العاص (۱۲) حضرت ابوایوب انصاری (۱۳) حضرت حذیفہ بن الیمان (۱۴) حضرت ابی بن کعب (۱۵) حضرت طلحہ بن عبید اللہ (۱۶) حضرت ثابت بن قیس (۱۷) حضرت خالد بن سعید (۱۸) ابوسفیان بن حرب (۱۹) حضرت یزید بن ابی سفیان (۲۰) حضرت شرحبیل بن حسنہ (۲۱) محمد بن مسلم انصاری (۲۲) مغیرہ بن شعبہ (۲۳) ارقم بن ارقم مخزومی (۲۴) عبداللہ بن زید (۲۵) عبداللہ بن ارقم قرشی رضی اللہ عنہم اجمعین

(پروفیسر مسعود احمد، آخری پیغام، مکتبہ نعیمیہ، دہلی، ص ۴۷، ۴۸)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی کتابت کا سلسلہ آغاز وحی سے ہی شروع ہوگیا تھا اور کاتبین کے ذریعہ کلام الٰہی ابتدا سے ہی کتابی شکل میں محفوظ ہوتا چلا جارہا تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآنی آیات اور سورتوں کے نزول کے بعد جہاں کاتبین صحابہ کو املا اور تحریر کرنے کا حکم دیا کرتے، وہاں یہ بھی نشاندہی فرمایا کرتے کہ کون سے لفظ کو کس طرح لکھنا ہے اور کون سی سورت اور کون سی آیت کو کس مقام پر کس سے قبل اور کس کے

بعد رکھنا ہے۔حدیث شریف میں ہے:

کان النبی ﷺ مما تنزل علی الاٰیات فیدعو بعض من یکتب له ویقول له : ضع هذه الاٰیة فی السورة التی یذکر فیها کذا و کذا۔ (دائرۃ المعارف الاسلامیہ،ص۳۳۶)

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آیات نازل ہوتیں تو کسی کاتب وحی کو بلاتے اور فرماتے کہ اِس آیت کو فلاں سورت میں لکھو۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے: **فقال جبرئیل للنبی ﷺ ضعها علی رأس مأتین ثمانین من سورة البقرة**۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب سورۂ بقرہ کی ایک آیت نازل ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اِس کو سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۹؍ کے بعد رکھ لیجئے۔(الاتقان فی علوم القرآن، جلد ا،ص ۱۴۴، ۱۴۵)

اس طرح مذکورہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مقدس کی ترتیب توقیفی اور من جانب اللہ ہے اور دورِ رسالت میں نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ کتابت قرآن بھی مکمل ہوگئی تھی۔بعض احادیث کریمہ سے اِس کا بہت ہی واضح اور صاف انداز میں ثبوت ملتا ہے کہ زمانہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قرآن پاک مکمل کتابی صورت میں منظر عام پر آ گیا تھا۔حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان القرآن کان مجموعا مؤلفا علی عهد النبی ﷺ

(دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ج۱۶،ص ۳۴)

بے شک قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں با قاعدہ جمع کیا ہوا ترتیب دیا ہوا موجود تھا۔

امام نووی فرماتے ہیں: **ان القرآن کان مؤلفا فی زمن النبی ﷺ ما هو فی المصاحف الیوم**۔ قرآن پاک عہد نبوی میں اُس انداز سے ترتیب دیا گیا تھا جس طرح کی ترتیب سے آج وہ مصحف میں موجود ہے۔(دائرۃ المعارف الاسلامیہ جلد:۱۶،ص:۳۴۰)

تفسیر مجمع البیان میں ہے: **ان القرآن کان علی عهد النبی ﷺ مجموعا مؤلفا علی ما هو علیه الاٰن**۔ عہد نبوی میں قرآن مجید بالکل اس طرح مجموع و مرتب تھا جس طرح آج ہے۔

(دائرۃ المعارف الاسلامیہ، جلد:۱۶،ص:۳۴۰)

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ایک قرآن نہیں بلکہ بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ متعدد نسخے موجود تھے۔اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ آپ نے دیکھ کر قرآن پاک کی تلاوت کرنے کی سخت تاکید فرمائی اور دوسرے اجر کی بشارت دی۔(الاتقان، جلد:۲،ص:۱۸)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں مصاحف قرآن کی اتنی کثرت ہوگئی تھی کہ وہ گھروں میں آویزاں کیے جانے لگے تھے جس پر آپ نے تنبیہ فرمائی اور فرمایا: **لا تغرنکم هذا المصاحف المعلقة**۔یعنی اِن آویزاں قرآنوں سے تم دھوکے میں نہ پڑ جانا۔(کنز الاعمال، سنن الاقوال و الاعمال، ۱۳۱۲ھ جلد:ا،ص: ۱۳۴، حیدر آباد، دکن)

اس کے علاوہ اگر ہم بات کریں عہد صدیق کی تو مؤطا امام مالک کی روایت کے مطابق اِس عہد میں کاغذوں پر قرآن جمع کیا گیا۔مؤطا امام مالک میں ہے: **جمع ابوبکر القرآن فی قراطیس**۔یعنی حضرت ابوبکر نے قرآن پاک کاغذوں پر جمع کیا۔

صحیح بخاری شریف کے مطابق خود حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قرآن کتابی شکل میں موجود تھا جس کو دیکھ کر صحابۂ کرام دیگر نسخوں کی نقل و ترتیب اور تصحیح کیا کرتے۔ بخاری شریف کی ایک طویل حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''یوسف بن مالک کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک عراقی آیا اور عرض کیا **یاام المؤمنین ارینی مصحفك** (اے ام المومنین مجھے اپنا قرآن تو دکھائیے) فرمایا بھلا کس لئے؟ عرض کی تا کہ میں قرآن کریم کی ترتیب درست کرلوں کیوں کہ لوگ خلاف ترتیب پڑھتے ہیں۔**قال فاخرجت له المصحف فاملت علی آی السورة** (راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے مصحف نکالا اور اُسے سورتوں کی ترتیب لکھوادی۔(صحیح بخاری شریف (اردو) ص ۷۳، باب تالیف القرآن، جلد دوم، حدیث ۲۱۰۱)

اسی طرح ایک دوسری روایت ہے: عبدالعزیز بن رفیع اور شداد بن معقل نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی چیز چھوڑی؟ انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ **دفتین** یعنی دوگتوں کے درمیان (قرآن کی سورت میں) ہے اُس کے سوا حضور نے کچھ نہیں چھوڑا۔ وہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم امام محمد بن حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ قرآنی مجموعے کے علاوہ حضور نے اور کچھ نہیں چھوڑا۔(بخاری شریف (اردو) جلد سوم، ص

۷۳، باب بین الدفتین، حدیث ۱۱)

حضور انور ﷺ کے عہد مبارک میں کن کن صحابۂ کرام نے قرآن کو کتابی شکل میں مرتب کرنے کی عظیم خدمات انجام دیں اس کو بھی حدیث شریف میں بہت ہی صاف الفاظ میں بیان فرمادیا گیا ہے:

''حضرت قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ مبارک میں قرآن کریم کو کس نے جمع کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ چار حضرات نے اور چاروں انصار تھے یعنی حضرت ابی ابن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابوزید (سعد بن عبید) رضی اللہ عنہم'' (بخاری شریف (اردو) جلد دوم، ص ۹۹۶، باب القراء من اصحاب النبی، حدیث ۲۱۱۱) پیش کردہ احادیث کریمہ کے علاوہ خود اللہ کے مقدس کلام قرآن مجید سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن حکیم عہد رسالت میں لکھا گیا۔ قرآن کریم میں اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے:

فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ بایدی سفرۃ کرام بررۃ۔ (سورۂ عبس، آیت ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶)

کہ یہ کلام ان صحائف میں کہ جو عزت والے ہیں، بلندی والے پاکی والے ایسوں کے ہاتھ لکھے ہوئے جو کرم والے نیکوئی والے۔

والطور و کتب مسطور فی رق منشور۔

(سورۂ طور، آیت ۱ سے ۳)

طور کی قسم اور اس لکھے ہوئے کی قسم جو کھلے دفتر میں لکھا ہے۔

انہ لقرآن کریم فی کتب مکنون۔

(سورۂ واقعہ، آیت ۷۷، ۷۸)

بے شک یہ عزت والا قرآن محفوظ ہے لکھی ہوئی صورت میں۔

مذکورہ بالا آیات کریمہ کا انداز بتارہا ہے کہ حضور انور ﷺ کے عہد مبارک میں قرآن کتابی شکل میں آ گیا تھا۔ اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ عہد رسالت ﷺ میں قرآن نہ صرف یہ کہ صحابۂ کرام کے سینوں میں محفوظ تھا بلکہ ان کے ذریعہ کتابی صورت میں صفحات قرطاس پر بھی مرقوم تھا۔ آپ کے عہد مبارک میں جہاں قرآن کے بہت سے حفاظ و قراء موجود تھے وہاں کافی بڑی تعداد میں کاتبین حضرات بھی تھے۔ (دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ص ۳۴۳ سے ۳۴۶، عنوان قرآن)

جن کی تفصیل آپ سیرت وغیرہ کی کتابوں میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ آج بھی اسی طرح محفوظ ہے۔ اس سلسلے میں ''سوامی وویکانند'' نے کیا ہی عمدہ بات کہی ہے:

''۱۸۹۱ء کی فروری میں ایک دن سوامی (وویکانند) جی الور (راجستھان) پہنچے، جہاں کے ہندوؤں اور مسلمانوں نے اُن کا مل جُل کر استقبال کیا، وہاں کے ایک مسلم عالم کو سوامی جی نے کہا تھا کہ قرآن کے بارے میں ایک بڑے پتے کی بات یہ ہے کہ گزشتہ ۱۱؍سو سالوں سے یہ جیسا کا تیسا ہے۔ اِس گرنتھ (مذہبی کتاب) کی شکل وصورت ذرا بھی نہیں بدلی ہے اور اس کی اصلیت یا حقیقت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔''

(وویکانند ایک جیونی ہندی، ص: ۳۳۰، سوامی نکھلانند، سوامی ودیہاتمانند)

مختصر یہ کہ قرآن مجید اللہ کا مقدس کلام ہے جس کی حفاظت اللہ رب العزت نے اپنے ذمہ رکھی ہے، اس لئے اُس میں کسی حرف کی کمی یا بیشی یا تغیر وتبدیلی نہیں ہوسکتی اگر چہ ساری دنیا اس کے لئے کوشاں ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نزول قرآن کے وقت حضور انور ﷺ سخت مشقت اٹھاتے اور آپ کے ہونٹ مسلسل حرکت کرتے رہتے اور حضرت جبرئیل وحی لاتے تو نہات توجہ سے سنتے اور حضرت جبرئیل کے ساتھ خود بھی تلاوت کرتے جاتے تاکہ کوئی لفظ حفظ ہونے سے نہ رہ جائے۔ حضور انور ﷺ کو حفظ قرآن کے تعلق سے متفکر اور مضمحل دیکھ کر اللہ جل شانہ نے وحی نازل فرمائی:

تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ بے شک قرآن کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم اسے پڑھ چکیں اُس وقت اُس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔

(سورۃ القیامہ، آیت ۱۶، ۱۷، ۱۸)

قرآن مقدس کی مذکورہ آیات کی روشنی میں ہم مکمل یقین واعتماد کے ساتھ یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ آج جو قرآن ہمارے یہاں موجود ہے وہ بالکل وہی ہے جو اللہ رب العلمین نے بذریعہ جبرئیل حضور انور ﷺ پر نازل فرمایا۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی وکمی بیشی کا شائبہ تک نہیں ہے کہ خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے:

مکمل ہے تیرے رب کا کلام حق اور انصاف میں اس کے کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں۔ (سورۃ الانعام، آیت ۱۱۶)

اللہ رب العلمین کی جانب سے حفاظت قرآن کا وعدہ اور یقین دہانی کے باوجود حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود بھی حفظ قرآن کا بہترین اہتمام فرماتے۔ حدیث شریف کے مطابق جب بھی رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو آپ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دور فرماتے اور جس سال آپ کا وصال ہوا، دو مرتبہ دور کیا۔

(صحیح مسلم، جلد دوم، ص ۹۹۴ (اردو)، حدیث نمبر ۲۱۰۶)

اس کے علاوہ آپ نے اپنی امت کو بھی قرآن سیکھنے اور سکھانے کی سخت تاکید فرمائی۔ بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث کی ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم کو سیکھے اور سکھائے۔'' (صحیح مسلم، جلد دوم، ص ۹۹۴ (اردو)، حدیث نمبر ۲۱۰۶)

پیش کردہ احادیث کریمہ کے علاوہ اور بھی کثیر احادیث میں حفظ قرآن وقرأت قرآن کی بے شمار برکتیں اور فضیلتیں بیان فرما کر امت کو اس کی طرف راغب فرمایا۔ آپ کی تعلیم وترغیب اور تاکید کا ہی ثمرہ ہے کہ دورِ رسالت سے آج تک ہر دور میں بے شمار حفاظ قرآن ہوتے رہے ہیں اور آج حقیقت حال یہ ہے کہ بفرض محال اگر قرآن پاک کے سبھی نسخے معدوم ہو جائیں تو قرآن پاک جوں کا توں اپنی اصل کتابی صورت میں تحریر کر دیا جائے گا اور کہیں کوئی فرق نہ آئے گا۔

☆☆☆

☆اسسٹنٹ پروفیسر ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز
جامعہ ہمدرد (ہمدرد یونیورسٹی) نئی دہلی

مولانا محمد ظفر الدین برکاتی ''حضرت بحر العرفان ایوارڈ'' سے سرفراز

جماعت اہل سُنّت کی معروف ومقبول صوفی صافی شخصیت گلِ گلزارِ نقشبندیت، مجددی شیخ طریقت، رہبر شَریعت، عامل قرآن وسُنّت، جانشین حضرت شیخ العالم تاج الصوفیہ، عطائے نقشبند، یادگارِ شیخ احمد سرہندی فاروقی مجدد الف ثانی، بحر العرفان حضرت علّامہ مفتی آفاق احمد مجددی حنفی علیہ الرحمۃ و الرّضوان بانی وسابق سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاحمدیہ وجامعۃ المحصنات للبنات الاسلامیہ قنوج، اتر پردیش کے سالانہ عرسِ مقدس کے موقع پر منگل کے روز ۱۳ جولائی ۲۰۲۱ء کو شہر بنارس کاشی میں ایک روح پرور اجلاس منعقد ہوا جس میں جانشین بحر العرفان مولانا احمد سعید آفاقی مجددی، خلیفہ بحر العرفان مولانا شفیق احمد مجددی نقشبندی بنارسی اور مولانا نبیل اختر آفاقی نے حضرت بحر العرفان کی حیات وخدمات پر معلوماتی اور جذباتی خطاب کیا۔ اِس موقع پر نوجوان اور معروف ادیب وصحافی ماہنامہ کنز الایمان دہلی کے مدیر اعلیٰ مولانا محمد ظفر الدین برکاتی (صدر اہل سُنّت اکیڈمی، دہلی) کو سرہند ایجوکیشنل ویلفیئر ٹرسٹ اور خانقاہ مجددیہ نقشبندیہ علوی پورہ کاشی بنارس کی جانب سے اُن کی دینی مذہبی، مسلکی، مشربی، علمی، ادبی، فکری، تنظیمی، تحریکی، دعوتی، قلمی، لسانی اور سماجی خدمات کے اعزاز واعتراف میں ''حضرت بحر العرفان ایوارڈ'' سے نوازا جا رہا ہے۔ احباب کی خاص فرمائش پر پیشِ خدمت ہیں منقبت کے تازہ اشعار

سایہ رحمت رحمٰن ہیں ، بحر العرفان — عامل آیت قرآن ہیں ، بحر العرفان
بوئے بو بکر و عمر ، حیدر کرار ہیں اور — جلوۂ حضرت عثمان ہیں ، بحر العرفان
عاشق غوث و معیں ، قطب و فرید و صابر — اور شیدائے رضا خان ہیں ، بحر العرفان
میر مے خانہ مِرے شیخ مجدد ہیں اور — ساقیِ بادۂ عرفان ہیں ، بحر العرفان
اعلیٰ حضرت کے فرامین کے داعی ہیں اور — ناشر مسلک نعمان ہیں ، بحر العرفان
رب کے الطاف و کرم اور بفیضان نبی — غوث و خواجہ کے ثنا خوان ہیں ، بحر العرفان
ہند اور پاک ہی کیا عالم اسلام میں آج — شہر قنوج کی پہچان ہیں ، بحر العرفان
آج بھی اپنے سبھی اہل عقیدت کے لئے — راحت قلب کا سامان ہیں ، بحر العرفان
قلب عشاقِ نبی اور دلِ مومن کی — آرزو ، خواہش و ارمان ہیں بحر العرفان
جن پہ مارہرہ کے سرکاروں کا فیضان رہا — ہاں وہی بندۂ ذیشان ہیں ، بحر العرفان
عشق و عرفان کے آفاق پہ نورِ احمد — بن کے فردوس کے مہمان ہیں بحر العرفان
شہر قنوج کی پاکیزہ زمیں پر قیصرؔ — شیخ سرہند کا فیضان ہیں ، بحر العرفان

کاوشِ فکر: ابوالرسلان قیصر خالد فردوسی پھلواروی
فردوس ہاؤس، نزد چاند مسجد، نہر دوبارہ، مصطفیٰ آباد، دہلی
۲ ذی الحجہ ۱۴۴۲ مطابق ۱۳ جولائی ۲۰۲۱ء بروز منگل

انوار حدیث

باتیں جو حیات کے لئے آب حیات ہیں

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری★

خاموشی کی فضیلت: اللہ تعالیٰ کی ذات کریم بہت ہی رحیم ہے۔اس کی شان غفاری یہی چاہتی ہے کہ بندہ کا جسم وجان ہر آن اُس کے تابع فرمان رہے،مگر جب بندہ مسلسل حکم عدولی کرتا رہتا ہےتو پھر وہ اس بندے سے اپنی توجہ ہٹالیتا ہے اور جب خدا کی توجہ سے بندہ محروم ہوجاتا ہےتو غلط روی،غلط گوئی،غلط بینی میں پڑ کر غرق گناہ ہوجاتا ہے۔یہاں تک کہ غیر مفید اور بے تکی باتوں سے اس کا دفتر اعمال سیاہ ہوجاتا ہے۔بے تکی باتوں میں سب سے خطرناک چغلی وغیبت ہے،یہ ایسی بلا ہے جو آدمی پر سبھی محاسن کا دروازہ اس خفیہ تدبیر سے بند کردیتی ہے کہ آدمی ہزار اچھائیوں کے باوجود جنت سے محروم ہوجاتا ہے۔سرکار دوعالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''چغل خور جنت میں نہیں جائے گا''(بخاری ومسلم)

چغلی کھانے میں کچھ لوگ ایسے ماہر وشاق ہوتے ہیں کہ اگر آپ کوکسی بات کو پھیلانا ہوتو اُن سے کہہ دیجئے،اور ساتھ ہی یہ گزارش بھی کردیجئے کہ اس بات کوکسی سے نہیں کہنا پھر آپ دیکھیں گے کہ بی بی سی لندن اور وائس آف امریکہ کی سروس بھی ان کی سرعت گفتار کے سامنے عاجز نظر آئے گی،ایسے بدظرف لوگوں سے آج کل خصوصاً بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔دوستی کو دشمنی کا رنگ یہی لوگ دیتے ہیں،محبت کو نفرت سے یہی لوگ بدلتے ہیں،اتفاق کو اختلاف کا جامہ یہی لوگ پہناتے ہیں۔جہاں کہیں بھی مسلمانوں میں انتشار ہے تجزیہ کیجئے ایسے ہی لوگوں کی مہربانیاں کارفرما نظر آئیں گی۔جبھی تو اللہ کے پیارے رسول اللہ ﷺ نے انہیں بدترین بندہ قرار دیا ہے،ارشاد نبوی ہے:

''خدائے تعالیٰ کے بدترین بندے وہ ہیں جو لوگوں میں چغلی کھاتے پھرتے ہیں''(سنن بیہقی)

اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ کسی کو کچھ نہ کہا جائے،اس امت میں کچھ شور بخت وہ بھی ہیں جن کے فتنے سے لوگوں کو بچانا ضروری ہے ،جن کی خرابیوں کا اظہار اور بدعملیوں کو اجاگر کرنا لازمی ہے تاکہ دوسرے لوگ ہوشیار رہیں،ہوشیار ہوجائیں۔سنن بیہقی میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا''کیا تم لوگ فاجر کو برا کہنے سے پرہیز کرتے ہو؟ آخر اُسے لوگ کیوں کر بچا پائیں گے،فاجر کی برائیاں بیان کیا کروتا کہ لوگ اس سے بچیں۔''

''جو شخص علانیہ برا کام کرتا ہے اور اس کو اس بات کی کوئی پرواہ نہ ہو کہ لوگ اسے کیا کہیں گے تو اس شخص کی اس بری حرکت کا بیان کرنا غیبت نہیں''اب وہ برا کام عقیدہ سے متعلق ہو یا عمل سے،عام لوگوں کی خیرخواہی کے جذبے سے اس کا بیان کرنا فرمان رسالت پر عمل ہے۔(بہار شریعت)بہرحال زبان کی بے رحمی،اور ستم گری سے جو صاحب دل واقف ہوتے وہ ہمیشہ زبان کے فتنے سے بچنے کی فکر اور تدبیریں کیا کرتے،وہ جانتے ہیں کہ اس ایک کی وجہ سے انیک آفتیں ٹوٹتی ہیں، حضرت معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں''انسان کا فضول و غیر معقول باتیں کرنا اللہ عزوجل کا اُس کو بے مدد چھوڑ دینے کے باعث ہوتا ہے''۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار اپنے ہاتھ سے اپنی زبان پکڑ کر کھینچ رہے تھے،حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا تو عرض کیا یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا''اس نے مجھے ناکوں چنے چبوائے ہیں''اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے،جسم میں کوئی عضو نہیں کہ زبان کی تیزی کی شکایت خدا سے نہ کرتا ہو۔'' (احیاء العلوم)جنت کے حصول کے جو ذرائع ہیں،ان میں خاموشی اور اچھی بات بھی بہت مضبوط ذریعے ہیں،حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جب لوگوں نے جنت میں لے جانے والے اعمال کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا''کبھی مت بولو''لوگوں نے کہا کہ یہ تو ممکن نہیں ہے تو فرمایا''اچھی بات کے سوا زبان سے کچھ مت نکالو''اچھی بات تو اتنی پسندیدہ چیز ہے کہ شارع اسلام ﷺ نے اچھی بات کو صدقہ قرار دیا ہے۔''(صحیح بخاری)

اچھی بات بول کر آدمی کتنی آسانی سے صدقہ کے ثواب سے مالا مال ہوسکتا ہے، اس میں نہ کچھ محنت ہے اور نہ کچھ خرچ، صرف زبان کو شائستہ کرے، بولے تو شگفتہ وسنجیدہ بات بولے، اللہ تعالیٰ صدقہ کے برکات وحسنات سے نوازے گا۔ زبان کی بے احتیاطی کے معاملے میں عورتیں مردوں سے کئی درجہ اونچا مقام رکھتی ہیں، چغلی وگالی، غیبت و شکایت، طنز وطعنہ، گلہ وشکوہ تو جیسے ان کی نوک زبان سے ابلتے اور جھڑتے رہتے ہیں۔ شوہر کی ناشکری، ساس کی شکوہ سنجی ان کی طبیعت کا حصہ بن جاتی ہے، کانا پھوسی، لگائی بجھائی عادت ثانیہ ہوجاتی ہے۔ ان اوصاف کی تکمیل کے بغیر اُن کی بیکل فطرت کو کل نہیں ملتا، کچھ تو ایسی ماہر وشاطر ہوتی ہیں کہ بات بات کو طعنہ بنا دیتی ہیں، جملہ جملہ میں طنز یہ رنگ بھر دیتی ہیں، ایسی نا ہنجار عورت نہ خود چین سے رہتی ہے، نہ دوسروں کو رہنے دیتی ہے۔ دیکھتے دیکھتے گھر کا جنت جیسا ماحول جہنم کا نمونہ بن جاتا ہے۔ آئے دن کی گفتار وتکرار سے گھر کی برکت اٹھ جاتی ہے، خود ایسی عورت سب کی نظر سے گر جاتی ہے، لوگوں کی آہ وکراہ اس کا پیچھا کرنے لگتی ہے، شب معراج صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے مقابلے میں عورتوں کو جہنم میں زیادہ تعداد میں دیکھا۔ آپ نے وجہ بیان فرمائی کہ ''عورتیں اپنی بدزبانی کی وجہ سے زیادہ تعداد میں ہیں''

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک زبان دراز عورت دیکھی، تو فرمایا کہ اگر یہ گونگی ہوتی تو اس کے حق میں اچھا ہوتا۔ (احیاء العلوم) یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اچھی بات کرنا چپ رہنے سے افضل ہے اور چپ رہنا بے مقصد بات کرنے سے افضل۔ جو کلام بھی اللہ کے ذکر سے خالی ہے وہ فضول ہے اور جو خاموشی فکر آخرت سے خالی ہے وہ غفلت ہے۔ زبان کی قسم ہاقسم آفتوں سے اپنی امت کو بچانے کے لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار خاموشی کی فضیلت بیان فرمائی تاکہ کم از کم ان فضیلتوں کی لالچ میں امت فضول باتوں سے اپنی زبان کو بچائے اور خاموش رہے۔ ایک حدیث میں یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''خاموشی پر قائم رہنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (سنن بیہقی) دوسری جگہ سید المبشرین صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی اور میٹھی گفتگو کرنے والوں کو جنت کا مژدہ سنایا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نے ارشاد فرمایا کہ ''جنت میں بالاخانے ہیں جن کے بیرونی حصے اندر سے اور اندر کے حصے باہر سے نظر آتے ہیں، ایک اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کس کے لئے ہوں گے؟ حضور نے ارشاد فرمایا جو اچھی گفتگو کرے۔ (ایضاً)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج العابدین میں غیر ضروری گفتگو کی چار وجہ سے مذمت فرمائی ہے۔ (۱) فضول گوئی یعنی گفتگو کراماً کاتبین کو لکھنی پڑتی ہے تو انسان کو چاہیے کہ ان سے حیا کرے۔ (۲) یہ اچھی بات نہیں کہ لغو اور بیہودہ باتوں سے بھرا ہوا اعمال نامہ رب تعالیٰ کے حضور میں پیش ہو۔ (۳) بندے کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اپنے اعمال نامے کو اللہ تعالیٰ کے حضور پڑھ کر سنائے، اپنے ایسے اعمال نامے کو پڑھنا جو فضول گفتگو سے بھرا ہو کس قدر تکلیف دہ چیز ہوگی۔ (۴) بندے کو فضول اور غیر ضروری باتوں پر ملامت کی جائے گی اور بندے کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہوگا۔

شیطان کے شر سے محفوظ رہنے کی خواہش کس انسان میں نہیں، لوگ بار بار شیطان کی پناہ مانگتے ہیں اور مانگنی بھی چاہیے لیکن کبھی اس نسخۂ کیمیا کی طرف توجہ مبذول نہیں کرتے جو شارع اسلام علیہ السلام نے شیطان سے پناہ کے بارے میں خصوصی عطیہ کے طور پر مسلمانوں کو دی ہیں۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے حضور کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی نصیحت فرمایئے، سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جو نصیحت فرمائی ہے اس کا آخری ٹکڑا ہے ''کلمۂ خیر کے سوا اپنی زبان کی حفاظت کرو کہ اس کی بدولت تم شیطان پر غلبہ پالو گے'' معلوم ہوا کہ جس نے بے ہودہ گوئی سے اپنی زبان کو بچا لیا نہ صرف یہ کہ وہ شیطان کے فتنے سے محفوظ رہا بلکہ ایسے آدمی پر شیطان کا کوئی حربہ کارگر نہیں ہوتا کیوں کہ وہ غالب ہے اور شیطان مغلوب۔

زبان کے مفید اور مضر دونوں پہلوؤں کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے، یہ مفید اتنی ہے کہ جب چاہے اپنی خوش کلامی سے کسی مومن کی دل بستگی کر کے رب کی روٹھی رحمت کا سزاوار بنا دے اور مضر اتنی کہ معمولی بدگوئی سے کسی مومن کی دل آزاری کر کے رب کی رحمتوں کا دروازہ یکسر بند کر دے۔ گویا کہ سعادت وشقاوت دونوں کا تنہا سرچشمہ ''زبان'' ہے۔ حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں ''انسان کو تیر مارنا، اس کو زبان سے طعن وتشنیع کرنے سے کم ہے کیوں کہ زبان کے نشانے کبھی خطا نہیں کرتے۔

اسی مفہوم کو کسی عربی شاعر نے بھی شعر کے قالب میں ڈھالا ہے

جس کا اردو میں مفہوم یہ ہے کہ ''تلوار کا زخم بھر جاتا ہے، مگر زبان کا زخم ہمیشہ پڑا رہتا ہے۔'' ایک مرتبہ حضرت ابو بکر شبلی علیہ الرحمہ بغداد سے کرخہ تشریف لے گئے۔ انہوں نے ایک مدعی کو یہ کہتے سنا اَلسُّکُوْتُ خَیْرٌ مِّنَ الْکَلَامِ. خاموشی بولنے سے بہتر ہے۔

اس پر حضرت شبلی نے فرمایا سُکُوْتُکَ خَیْرٌ مِّنْ کَلَامِكَ وَکَلَامِی خَیْرٌ مِّنْ سُکُوْتِی. تیرا خاموش رہنا تیرے بولنے سے بہتر ہے اور میرا بولنا میرے خاموش رہنے سے بہتر ہے کیوں کہ تیرا بولنا لغو ہے اور تیری خاموشی ٹھٹھا اور میرا بولنا خاموشی سے بہتر ہے اس لئے کہ میری خاموشی میں حلم و بردباری اور کلام میں علم و دانائی ہے۔
(کشف المحجوب، ص ۱۱۵)

آدمی جب شراب کلام میں پڑتا ہے تو اس سے نکلنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اپنے آپ کو اس سے بچا نہیں سکتا چوں کہ اہل طریقت کو معلوم ہے کہ گفتار آفت ہے اس لئے وہ انتہائی ضرورت کے بغیر بات نہیں کرتے۔ اگر ساری گفتگو حق کے لئے ہو تو بات کرتے ہیں ورنہ خاموش رہتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے مَنْ سَکَتَ نَجٰی جو خاموش رہا اُس نے نجات پائی۔ (ایضاً ص ۵۱۳)

اسی لئے ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔

خدا اگر دل فطرت شناس دے تجھ کو
سکوت لالہ و گل سے کلام پیدا کر

اور شاعر دکن سلیمان خطیب کہتے ہیں۔

بات ہر بات کو نہیں کہتے
بات مشکل سے بات ہوتی ہے

☆☆☆

ممبئی۔ 9867801680

معاشی ترجیحات

شیخ الحدیث والتفسیر پیر غلام رسول قادری نقشبندی کا تحریر کردہ ۳۲ صفحات پر مشتمل رسالہ ''علم ترجیحات'' سے ایک مضمون کا خلاصہ

معاشی دنیا میں انسان کیلئے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ وہ بنیادی ضرورت اور سہولت میں تمیز کر سکے اور اُن میں سے اپنی ترجیحات قائم کرے۔ جو لوگ معاشی ضرورت اور سہولت کا فرق نہیں سمجھتے وہ معاشی طور پر ہمیشہ مار کھا جاتے ہیں۔ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) رہنے کا مکان (۲) پہننے کا لباس (۳) روٹی اور پانی انسان کی بنیادی ضروریات ہیں۔ (سنن ترمذی شریف)

اور جس کو اپنی ضرورت کی بنیادی اشیاء بھی دستیاب نہ ہوں اس کو غریب کہتے ہیں مگر ایک مصنوعی غربت ہے کہ فریج، ٹی وی، کار، کوٹھی نہیں ہے تو انسان تصور کرے کہ میں بھی غریب ہوں۔ ہاں اس کی طلب اور کوشش جائز ہے۔ اگر حسد میں مبتلا نہ ہو، یا اُن چیزوں سے گناہ کی خواہش پیدا نہ ہو۔ عقلمند اس شخص کو سمجھا جائے گا جو اپنے لئے ترجیحات قائم کرے۔ مثال کے طور پر ایک آدمی کے گھر میں نہ آٹا ہے نہ سبزی اب اس کی ترجیح پہلے آٹا خریدنا ہونی چاہیے، سبزی کی خریداری آٹے کے بعد، یعنی سب سے پہلے معاشی ترجیحات کو دیکھیں اور سمجھیں۔

(۲) پھر فضول خرچی اور کنجوسی کے درمیان اعتدال کو ترجیح دے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا. (سورہ الفرقان: آیت ۶۷)

ترجمہ: (یہ) وہ لوگ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی (کنجوسی) کرتے ہیں اور اُن کا خرچ کرنا ان دو حدوں کے درمیان اعتدال پر (مبنی) ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: الاقتصاد فی النفقة نصف المعیشة. (طبرانی شریف)

یعنی خرچ میں میانہ روی آدھی معیشت ہے۔

(۳) روز روز نئے کاروبار کرنے والا کبھی معاشی طور پر مستحکم نہیں ہو سکتا۔ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مِنْ رُزِقَ بِشَیْءٍ فَلْیَلْزِمْهُ. یعنی تمہیں جس چیز سے رزق ملے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھو (الجامع الصغیر)

یعنی کامیاب بزنس مین بھی وہی ہوا کرتا ہے جو اپنے ہی شعبہ کاروبار میں ترقی کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

تحریر و ترتیب: محمد یعقوب نقشبندی

شرعی احکام

معبودانِ باطل کو برا کہنے کی قرآنی ممانعت

منظر محسن نعیمی★

تفسیر: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے مسلمانو!) تم اُن کو برا نہ کہو جن کی یہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں ورنہ یہ بے علمی اور جہالت سے اللہ کو برا کہیں گے، ہم نے اسی طرح ہر قوم کے لئے اس کا علم مزین کر دیا ہے، پھر انہوں نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے پھر وہ ان کو خبر دے گا کہ وہ کیا کرتے رہے تھے۔ (الانعام:۱۰۸)

رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے: اس آیت کا بھی اُس سابق آیت کے ساتھ ربط ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے کفار کا یہ شبہ بیان فرمایا تھا کہ انہوں نے اہل علم کی باتیں سن سن فقرے بنا لیے ہیں اور یہ قرآن جمع کر لیا ہے اور اُس وقت یہ بعید نہیں تھا کہ مسلمان اس بات کو سن کر مشتعل ہوتے اور بطورِ معارضہ کے، کفار کے بتوں کو برا کہتے۔ اس لئے پیش بندی کے طور پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کے بتوں کو برا کہنے سے منع فرمایا، تاکہ کفار اُس کے جواب میں اپنی جہالت سے مسلمانوں کے خدا کو برا نہ کہنے لگیں۔

اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی جاہل سے سابقہ ہو تو انسان اس کو کوئی سخت بات نہ کہے ورنہ وہ اس سے بھی زیادہ سخت بات کہے گا۔

امام ابوجعفر محمد ابن جریر (متوفی ۳۱۰ھ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: قتادہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان کفار کے بتوں کو برا کہتے، تو کفار اُس کا معارضہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کو برا کہتے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ تم اُن کے بتوں کو برا نہ کہو، ورنہ وہ اپنی جہالت سے تمہارے خدا کو برا کہیں گے۔

(جامع البیان، جز۷، ص۴۰۳، مطبوعہ دارالفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ)

اِس روایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کفارِ مکہ اور قریش اللہ تعالیٰ کو مانتے اور اس کی تعظیم کرتے تھے اور بتوں کی عبادت بھی اس لئے کرتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی شفاعت کریں تو ان سے یہ کس طرح متصور ہے کہ وہ اللہ کو برا کہتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب مسلمان بتوں کو برا کہتے تو دراصل کفار اُس کے جواب میں رسول اللہ (ﷺ) کو برا کہتے، تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (ﷺ) کو برا کہنا، اللہ تعالیٰ کو برا کہنا قرار دیا، کیوں کہ رسول اللہ (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں اور رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرنا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

ان الذین یبایعونك انما یبایعون الله" (الفتح:۱۰)

ترجمہ: بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔

اسی طرح جب ستر انصار نے عقبہ ثانیہ کے موقع پر رسول اللہ (ﷺ) سے عرض کیا جب ہم اپنی جانوں اور مالوں کو آپ کی اطاعت میں خرچ کریں تو ہمیں اس کے عوض کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنت تو یہ آیت نازل ہوئی:

ان الله اشتری من المؤمنین انفسهم واموالهم بان لهم الجنة ۔ (التوبہ:۱۱۱)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا۔

ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والآخرة واعدلهم عذابا مهینا ۔ (الاحزاب:۵۷)

ترجمہ: بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں، اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانا یعنی تکلیف دینا متصور نہیں، دراصل رسول اللہ (ﷺ) کو ایذا دینا ہی اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا ہے۔

یخدعون الله والذین امنوا ۔ (البقرہ:۹)

ترجمہ: وہ اللہ کو اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے ان کا اختلاف صرف رسول اللہ (ﷺ) سے تھا۔ ان کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا ممکن نہ تھا، وہ اپنے زعم

(گمان) میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دھوکا دیتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دھوکا دینا، اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا ہے:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ (النساء:۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کرلی۔

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بیعت کرنا اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے۔ آپ کا خریدنا، اللہ کا خریدنا ہے، آپ کو ایذاء دینا اللہ کو ایذا دینا ہے، آپ کو دھوکا دینا، اللہ کو دھوکا دینا ہے اور آپ کی اطاعت کرنا اللہ کی اطاعت کرنا ہے اور جب آپ کے ساتھ کوئی معاملہ اللہ کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے، تو آپ کو برا کہنا اللہ کو برا کہنا ہے۔ اس لئے بتوں کو برا کہنے کے جواب میں کفار، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو برا کہتے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ تم اُن کے بتوں کو برا نہ کہو ورنہ وہ اللہ کو برا کہیں گے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اِس آیت میں کفار کے خداؤں کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے۔ علما نے کہا ہے کہ یہ حکم اس امت میں ہر حال میں باقی ہے، لہٰذا جب تک کافر اپنی حفاظت میں ہو اور یہ خدشہ ہو کہ وہ اسلام کو یا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یا اللہ عزوجل کو برا کہے گا، تو کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ان کی صلیب کو یا اُن کے دین کو یا اُن کی عبادت گاہوں کو برا کہے، اور نہ کسی ایسے کام کے درپے ہو جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو برا کہیں، کیوں کہ یہ معصیت پر ابھارنے کے قائم مقام ہے۔

اِس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ جو کام کسی برائی کا ذریعہ بنے، اس کو روکنا اور اس کا نہ کرنا واجب ہے اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ بعض اوقات کسی حق دار کو اُس کا حق وصول کرنے سے اس لئے روک دیا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے دین میں کسی ضرر کے پہنچنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ اگر حق واجب ہو تو اس کو ہر حال میں وصول کرے اور اگر جائز ہو تو پھر اس میں یہ قول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اسی قوم کے لئے اس کا عمل مزین کردیا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اطاعت گزاروں کے لئے اطاعت کو مزین کردیا ہے اور کافروں کے لئے کفر مزین کردیا ہے۔ (تبیان القرآن، سورہ نمبر ۶، الانعام: آیت ۱۰۸)

☆☆☆

☆ مدرسہ عرفان العلوم، اکبری جامع مسجد، نیو اشوک نگر، دہلی۔ ۹۶

عید غدیر سے متعلق اہل سنت کا موقف

یہ جانبین کی افراط وتفریط کا معاملہ ہے۔ یوم غدیر کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان عالی شان کو ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کلاہ فضل وافتخار کے سب سے روشن نگینوں میں سے ایک سمجھتے ہیں، حدیث ولاء کا ذکر کرتے ہیں، اس کا بیان کرتے ہیں، اسے سنتے ہیں سناتے ہیں، اس پر خوش ہوتے ہیں بلکہ یوم غدیر انھیں جو مرتبہ ملا، وہ میرے نزدیک تو اُن کی اپنی خلافت سے بھی افضل اعلیٰ ہے کیونکہ مقام ولاء ان کے رب عظیم اور خالق کریم کا عطیہ ہے، جبکہ خلافت بندگان خدا اور ارباب حل وعقد کی دین ہوتی ہے۔ مقام ولا تشریف ہے، جبکہ خلافت تکلیف ہے مگر ہمارے اسلاف نے اُسے بطورِ عید کبھی نہیں منایا، وہ عید غدیر نام کی کسی عید کو نہ جانتے تھے، نہ مانتے تھے، نہ مناتے تھے۔ لہٰذا اس اضافے کی چنداں ضرورت نہیں اور نہ مبارکبادیوں اور تہنیتوں کے تبادلے کی کوئی وجہ ہے، کیونکہ ہمارے نزدیک یہ حدیث نہ مولا علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کی دلیل ہے، نہ ہمارے نزدیک اس سے ان کی خلافت بلافصل ثابت ہوتی ہے۔ نہ اس حدیث کے الفاظ سے اور نہ ائمہ کے اقوال سے۔ اس قسم کا عمل جماعت میں چھپے ناصبیوں کو اہل بیت اور آل رسول سے اپنے بغض کو نکالنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اس کو ذریعہ بنا کر وہ لوگوں کے دلوں میں پیوست محبت اہل بیت کو کمزور کرتے ہیں۔ خانقاہوں سے لوگوں کو دور کرتے ہیں۔ سادہ لوحوں کے عقیدے کو تشابہ وغیرہ کے نام سے متزلزل کرتے ہیں۔ بعض نواصب نے تو اس مہتم بالشان اور محکم البنیان حدیث شریف کو ہی نزاعی بنانے کی کوشش کی ہے۔ علاوہ ازیں اہل بیت سے محبت کے اظہار کے لئے ہمارے پاس بے شمار وسائل ہیں۔ نہ کسی نئے وسیلے کی ایجاد کی حاجت ہے، نہ کسی وسیلے کو کہیں سے برآمد کرنے کی کوئی ضرورت ہے۔

اللہ ہمارے دلوں کو اہل بیت کی محبت سے معمور رکھے اور صحابہ کرام کے سوء ادب سے ہمیشہ ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین یا رب العالمین بحق سید المرسلین

پروفیسر سید علیم اشرف جائسی، صدر شعبۂ عربی مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

مجلس شرعی

عقیدہ ونظریہ

احادیث صحیحین سے غیر مقلدین کے انحراف کا علمی جائزہ

مولانا نفیس اختر مصباحی★

سراج الفقہاء حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی کو اللہ تعالیٰ نے ذہن رسا اور فکر دقیق عطا فرمائی ہے، ساتھ ہی ان کا محققانہ طرز بیان اور مسائل ومباحث کے ضروری گوشوں کے احاطے کے ساتھ آسان لب ولہجے میں سمجھانے کا ہنر اُنھیں موجودہ عہد کے اربابِ فتویٰ اور محققین سے ممتاز کرتا ہے۔ ان کی تقریباً تمام تصنیفات وتحقیقات میں یہ رنگ دور ہی سے پہچانا جا سکتا ہے۔ فقہی وعلمی مباحث پر مشتمل کتابوں پر انھوں نے جو گراں قدر، تاریخی اور تحقیقی مقدمے تحریر فرمائے وہ خود اُن کے تحقیقی مزاج اور علمی تبحر کا پتا دیتے ہیں بطور خاص مجلس شرعی کے فیصلے جلد اول، جلد دوم، صحیفہ مجلس شرعی جلد دوم، جدید مسائل پر علما کی رائیں اور فیصلے (تین جلدیں) پر آپ نے جو مقدمے لکھے، وہ مستقل ایک علمی وتحقیقی رسالے کی حیثیت رکھتے ہیں اور فقہ وافتا کے قدیم وجدید سلسلوں کی تفہیم میں ایک محقق کے لئے ان مقدموں سے مدد نہ لینا تحقیق وتفتیش میں تشنگی کا احساس دلائے گا۔

زیر نظر کتاب ''احادیث صحیحین سے غیر مقلدین کا انحراف'' پندرہویں صدی کا ایک اہم علمی اور تاریخی کارنامہ ہے جو حضرت سراج الفقہاء کے قلم حقیقت نگار سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے علم وتحقیق کے ہفت اقلیم اس طرح سر کیے ہیں جس سے پیش رَو فقہائے محققین کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ اس کتاب کا سبب تصنیف حضرت مصنف دام ظلہ العالی نے اپنے مقدمے میں بیان کر دیا ہے۔ اس لئے اس پر کچھ لب کشائی سے گریز کرتے ہوئے کتاب کے تعارف کی جانب قلم کا رخ موڑتے ہیں۔

یہ کتاب موجودہ عہد کی ایک ایسی علمی ودینی ضرورت ہے کہ اگر اس کا احساس جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ارباب حل وعقد نے نہ کیا ہوتا تو شریعت مخالف اور احادیث نبویہ سے متصادم فکر وخیال کے پرچارک غیر مقلدوں کو مطمئن کرنا کافی مشکل ہوتا۔ یہ لوگ دنیا کو یہ باور کراتے ہیں کہ صحیحین۔ (بخاری ومسلم) پر صرف وہی عمل کرتے ہیں۔ یہ گروہ جب کوئی عقیدہ یا مسئلہ عوام یا علما کے سامنے پیش کرتا ہے تو بخاری ومسلم کا نام لیتا ہے اگر چہ وہ مسئلہ یا عقیدہ سراسر بخاری ومسلم کی مسلم الثبوت احادیث کے خلاف ہو۔ وہ اہل سنت کے عوام اور علما سے بار بار حدیث صحیح کا مطالبہ بھی کرتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی یہ شرط بھی کہ وہ حدیث صحیح بخاری ومسلم کی ہونی چاہیے۔

اس لئے ضرورت پیش آئی کہ اہل سنت کے عقائد ومعمولات کی تصدیق وتصویب اور غیر مقلدین کی تغلیط وتردید کے لئے احادیث صحیحین کا ایک ایسا انتخاب پیش کیا جائے جو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دے۔ فاضل مصنف حضرت سراج الفقہاء دام ظلہ العالی اپنے اس حسن انتخاب میں کامیاب بھی ہیں اور سرخ رو بھی۔ اس میں انتخاب احادیث کے لئے تین طرح کے مسائل کو رکھا گیا ہے:

(۱) عقائد (۲) فروعی عقائد (۳) فروعی مسائل

ان تینوں زمروں میں ۳۲ مسائل کو احادیث صحیحہ کی روشنی میں نمایاں کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ان پر محققانہ انداز میں گفتگو بھی کی گئی ہے۔ حضرت سراج الفقہاء نے اس کتاب میں علمی استدلال اور فقہی استنباط کے وہ جواہر غالیہ پیش کیے ہیں جن کا دیدار بھی نگاہوں کو خیرہ کر دیتا ہے اور دلوں کو طمانیت کے نور سے بھر دیتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر حضرت سراج الفقہاء کے خصوصی استدلال کی ایک جھلک دکھا دی جائے۔

دو جلدوں پر مشتمل اس کتاب میں کل ۳/ابواب ہیں۔ پہلا باب ''عقائد کے بیان میں'' ہے۔ اس کا پہلا مسئلہ ہے ''امتناع کذب باری کا عقیدہ کتاب وسنت کی روشنی میں'' قارئین کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ امتناع کذب باری کے دلائل عموماً عقلی ہیں۔ حضرت سراج الفقہاء نے اس مسئلے کو کتاب وسنت کی روشنی میں منقح فرمایا ہے۔ پہلے چند سطری تمہید میں یہ بتایا ہے کہ امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جھوٹ محال (ناممکن) ہے پھر وہابیہ کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ کذب باری کے امکان کا قول کرتے ہیں اور ان کی دلیل بھی مذکور ہے،

پھر اس پر مختصر تبصرہ اور اہل سنت کے دلائل عقلیہ ونقلیہ کا تفصیلی ذکر ہے۔ دلائل کی ترتیب یوں ہے:

(۱) تنزیہہ باری کا ثبوت عقلی حیثیت سے:

اس عنوان کے تحت دو ثبوت عقلی اور امتناع کذب باری پر علمائے اہل سنت کی تصریحات کے ذکر میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز کے ایک رسالہ ''دامانِ باغ سبحان السبوح'' کے چند ضروری اقتباسات پیش کیے ہیں جن میں امام احمد رضا قادری نے سات طرح سے کذب باری کے محال ہونے کی تفہیم کی ہے اور مثالوں سے چشم کشا وضاحتیں کی ہیں۔ اس مقام پر حضرت سراج الفقہاء کی یہ تین سطریں پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں:

''ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ''یہ اہل حدیث'' صحیح بخاری وصحیح مسلم سے امکانِ کذبِ باری کے ثبوت میں کم از کم دو چار احادیثِ نبویہ ایسی پیش کرتے جو احتمالِ تاویل سے محفوظ اور محکم ہوتیں، کچھ دوسری صحاحِ ستہ وغیرہ (کی احادیث) سے بھی استناد کر سکتے تھے کہ ہم اہل سنت کے خلاف استدلال کے لئے یہ بھی کافی ہے، مگر ایسا نہ کر سکے۔'' (ص:۶۱)

(۲) تنزیہ باری کا ثبوت کتاب اللہ سے:

اس میں کل چار نوع کے ثبوتی حقائق کی جلوہ گری ہے۔ پہلا ثبوت: اللہ سے زیادہ کوئی سچا نہیں، دوسرا ثبوت: کلام باری انتہائے درجات صدق پر ہے، تیسرا ثبوت: تسبیح باری کے تعلق سے آیات واحادیث اور چوتھا ثبوت: اللہ کے جیسی کوئی چیز نہ ہونے کا اعلان۔

حضرت سراج الفقہاء نے اِن چاروں انواع کو قرآنی آیات، احادیث نبویہ، کتب لغات اور عقلی شواہد سے اتنا روشن کر دیا ہے کہ چشم بینا دیکھتی رہ جائے اور گوش شنوا سنتا رہ جائے۔ بطورِ خاص تسبیح اور سبحان کی تحقیق اور امتناع کذب باری پر اس کا انطباق مصنف کے اخّاذ ذہن اور عالمانہ تحقیق کا نا قابل فراموش حصہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

(۳) تنزیہہ باری کا ثبوت احادیث نبویہ سے:

یہاں سراج الفقہاء نے ۲۳ر احادیث نبویہ مع تقریر استدلال و قابل قدر افادہ درج فرمائی ہیں اور مسئلہ مذکور کا ہر گوشہ منور کر دیا ہے۔

(۴) تنزیہ باری کا ثبوت اجماع مسلمین سے: اس طرح کتاب وسنت، دلائل عقلیہ اور اجماع مسلمین سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ کے لئے کذب بھی محال ذاتی ہے اور امکان کذب بھی۔ یہ پوری بحث چالیس صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے ہر صفحے پر حضرت ایک خاص فقیہانہ، محققانہ اور عالمانہ شان کے ساتھ موجود ہیں۔

امتناع کذب باری کا مسئلہ باب الٰہیات کا ہے، باب نبوت میں ختم نبوت، امتناع نظیر، تعظیم رسول ﷺ، بارگاہ الٰہی میں رسول اللہ ﷺ اور مومنین کی عزت، شفاعت، علم غیب رسول، عقیدہ حاضر وناظر، توسل وندا، تصرفات انبیا، شارع اسلام کے تشریعی اختیارات وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں جن پر الگ الگ مباحث ہیں اور دلائل عقلیہ ونقلیہ کی رنگارنگی میں عقائد اہل سنت کا چہرہ آفتاب نیم روز کی طرح چمک رہا ہے اور باطل عقائد ونظریات کی روسیاہی بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اور غیر مقلدین کا پانی کے بلبلوں کی طرح بنا ہوا شیش محل لمحہ لمحہ پانی میں تحلیل ہوتا دکھائی دیتا ہے۔

غیر مقلدین اجماع امت اور قیاس شرعی کو بھی نہیں مانتے، حالاں کہ یہ دونوں مسائل شرعیہ کا اہم ماخذ ہیں، اس لئے حضرت سراج الفقہاء نے باب اول کے سولہویں اور سترہویں مسئلے میں اجماع امت اور قیاس پر علمی اور تحقیقی بحث کی ہے اور کتاب وسنت کی روشنی میں حقیقت نگاری کا بھرپور ثبوت پیش کیا ہے۔ ان دونوں مسئلوں کے بیان میں دلائل وشواہد کا ذکر پہلے اور فرقہ وہابیہ کا اُس کے برخلاف موقف بعد میں رکھا ہے۔

''اجماع امت خطا سے پاک اور حجت شرعی ہے''، اس موقف پر اہل سنت کی پانچ دلیلوں کا ذکر ہے اور احادیث اجماع کو پانچ انواع میں تقسیم کیا گیا ہے، پھر لکھا ہے کہ احادیث متواترہ کے مقابل فرقہ وہابیہ کا موقف یہ ہے۔ اخیر میں ''آگاہی'' کے ذیلی عنوان سے مصنف کتاب لکھتے ہیں:

''ہم یہاں اپنے برادران دینی کی آگاہی کے لئے یہ وضاحت بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ اجماع کی حُجیت پر تمام اہل قبلہ کا اتفاق عہد سلف میں ہی ہو چکا ہے، اس لئے اس کے بعد کے زمانے میں کبھی کوئی اس کی مخالفت کرے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا کہ یہ خرقِ اجماع ہے جو شرعاً بہت معیوب اور نا قابل اِعتنا ہے۔'' (ص:۴۸۸)

فقہ کی چوتھی دلیل ''قیاس شرعی'' ہے۔ اس لئے احادیث نبویہ کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ قیاس در اصل کتاب اللہ یا سنت اللہ یا اجماع سے ماخوذ ہوتا ہے اس لئے یہ کتاب وسنت واجماع کے احکام کا مظہر اور فقہ کی دلیل رابع ہے۔ سترہ (۱۷) مسائل کی تحقیق وتنقیح سے متعلق مباحث پر جلد اول مکمل ہوجاتی ہے۔

جلد دوم باب دوم: فروعی عقائد کے بیان سے شروع ہوتی ہے۔ فروعی عقائد میں احادیث نبویہ کی روشنی میں بدعت اور کتاب وسنت کے اجالے میں محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صلاۃ وسلام بہ حالت قیام تین مسائل پر دلائل وشواہد کی روشنی میں تفصیلی محققانہ گفتگو کی گئی ہے۔ مباحث میں تقریب استدلال بھی ہے اور جرح ونقد بھی، احقاق حق بھی اور ابطال باطل بھی، فاضل مصنف کی عالمانہ ژرف نگاہی اور ناقدانہ نکتہ رسی کے جلوے قدم قدم پر نظر آتے ہیں۔ اس جلد میں بھی حضرت سراج الفقہاء نے ایک بسیط مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ تابش اول اور تابش دوم علی الترتیب ''فقہی مذاہب پر فہم احادیث اور خیر القرون ومابعد کے رُواۃ کا اثر واقعات اور احادیث کے اجالے میں'' اور ''اجتہادی مسائل میں اہل سنت کا موقف احادیث نبویہ کی روشنی میں'' کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت سراج الفقہاء علم حدیث، اصول حدیث، تاریخ تدوین حدیث، اسماء الرجال، نقد حدیث، جرح وتعدیل اور محدثین وائمہ کرام کے نقطہ ہائے نظر پر عالمانہ دست رس رکھتے ہیں اور ایک فقیہ متبحر کے لئے علوم حدیث کا علم ہونا بے حد ضروری ہے۔

اس مقدمے کو دیکھ کر یہ بھی یقین ہو جاتا ہے کہ آپ نے فقیہ اسلام امام احمد رضا قادری کی تحقیقات وفتاویٰ اور کتب ورسائل کو فقیہانہ، ناقدانہ، عارفانہ اور محدثانہ بصیرت افروز نگاہ سے پڑھا ہے اور اس بحر بے کراں سے بیش قیمت موتی چنے ہیں۔

تیسرا باب فروعی مسائل کے بیان سے سجا ہوا ہے اس میں کل بارہ مسائل پر دادِ تحقیق دی گئی ہے جو ترتیب وار اِس طرح ہیں:

(۱) وضو میں نیت فرض ہے یا سنت، احادیث نبویہ کی روشنی میں۔ (۲) نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، احادیث نبویہ سے ثبوت۔ (۳) صبح روشن میں نماز پڑھنے کا استحباب۔ (۴) سایہ ایک مثل ہونے پر بھی وقت ظہر باقی رہتا ہے۔ (۵) سفر میں جمع بین الصلاتین۔ (۶) نماز میں رفع یدین جائز، غیر مستحب ہے۔ (۷) پست آواز سے آمین کہنا افضل ہے یا بلند آواز سے؟ (۸) مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہ کرے۔ (۹) استخارہ، احادیث نبویہ کی روشنی میں۔ (۱۰) بالغ کو دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ہوگی، یا نہیں؟ احادیث نبویہ سے شافی بیان۔ (۱۱) ایک نشست میں تین طلاق۔ تین یا ایک؟ (۱۲) حلالہ، حلال یا حرام؟ کتاب وسنت سے شافی

جواب۔ مذکورہ بارہ مسائل پر گفتگو سے قبل حضرت سراج الفقہاء نے ایک صفحے میں چند مقدماتی حقائق سپرد قلم کیے ہیں:

''یاد رکھیں! چاروں مذاہب کی بنیاد کتاب اللہ وسنت رسول اللہ پر ہے اور سب کا مقصد اتباع سنتِ رسول ہے۔ عامۂ امت مسلمہ نے اجتہادی مسائل میں ان ائمۂ کرام کی پیروی کی ہے اور تقلید ائمہ کی راہ سے کتاب وسنت کا اتباع کیا ہے لیکن ان مذاہب حقہ کے چند فقہی فروعی مسائل ایسے ہیں جن میں ان بزرگوں کے درمیان اجتہادی اختلاف ہے، ان میں سے بعض مذاہب کو وہابیہ غیر مقلدین نے اختیار کر لیا ہے اور باور کرایا ہے کہ ان کی بنیاد مضبوط اور مستحکم حدیثوں پر ہے۔''

حضرت سراج الفقہاء نے بیان مذاہب میں ان ائمہ کرام کے فقہی واجتہادی نقطہ ہائے نظر کا ذکر کیا ہے اور ان کے دلائل بھی پیش کیے ہیں اور پھر حنفی مذہب کی حقانیت پر مستقل شواہد درج کیے ہیں۔ ساتھ ہی ان مدعیان احادیث کو بھی آئینہ دکھایا ہے جو تقلید ائمہ سے بیزار اور ائمۂ مجتہدین کی بارگاہ کے ادب سے آزاد ہیں۔ حضرت سراج الفقہاء ان مقامات پر ایک بالغ نظر فقیہ، مایہ ناز محقق، نکتہ رس عالم ومصنف اور زبر دست قوت استدلال کے مالک دکھائی دیتے ہیں۔

حضرت سراج الفقہاء نے ماضی قریب وبعید کے فقہا ومحققین اور ناقدین کے عالمانہ وناقدانہ نکات آفریں مباحث سے خوشہ چینی کی ہے اور متعدد مقامات پر خود اپنے خصوصی استدلال کی جھلک بھی نمایاں کی ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے۔

مثال کے طور پر دسویں فرعی مسئلے میں رضاعت کا بیان ہے، رضاعت کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ دو سال یا اُس سے کم عمر کا بچہ کسی اجنبی عورت کا دودھ پی لے تو وہ نسبی اولاد کی طرح دودھ پلانے والی عورت پر حرام ہو جاتا ہے۔ یہ اس کا رضاعی بیٹا اور وہ اس کی رضاعی ماں ہو جاتی ہے۔ اس مسئلے میں امام اعظم ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ رضاعت ڈھائی سال کی عمر تک دودھ پینے سے بھی ثابت ہو جاتی ہے یعنی صغیر کی مدتِ رضاعت میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے لیکن بڑا لڑکا یا لڑکی اگر کسی عورت کا دودھ پیے تو سارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ لیکن وہابیہ غیر مقلدین کا مذہب ان سب کے برخلاف ہے۔ ان کے یہاں کبیر کو بھی دودھ پلانا جائز ہے اور بالغ کو دودھ پلانے سے بھی حرمتِ رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ حضرت نے اس

مسئلے پر فقہاے امت کے قرآنی وحدیثی دلائل ذکر کیے ہیں۔ چوتھے نمبر پر حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ایک حدیث پاک پیش کی ہے جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے: فإنما الرضاعة من المجاعة (رضاعت تو دودھ کی سخت بھوک پر ہی ہوتی ہے) اس حدیث نبوی سے حضرت نے جو خصوصی استدلال کیا ہے وہ انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ایک شرعی ضابطہ مقرر فرما دیا ہے: إنّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ۔ یہاں المَجَاعَة سے مراد مجاعةُ اللبن ہے۔ اس کا قرینہ الرَّضاعة کا لفظ ہے کہ رضاعت طعام کی نہیں لَبَن کی ہوتی ہے اور دودھ کی سخت بھوک اور تڑپ کم سن بچوں کو ہوتی ہے، بڑوں کو نہیں تو اِس حدیث پاک کا حاصل یہ ہوا کہ کم سنی میں دودھ پینے سے ہی رشتۂ رضاعت ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے غور کرلو کہ اس شخص نے کم سنی میں تمہاری ماں کا دودھ پیا ہے جب بچے کو دودھ کی سخت بھوک اور تڑپ ہوتی ہے اور وہ اس کے لئے روتا ہے، یا یہ عمر گزرنے کے بعد دودھ پیا ہے اور ظاہر ہے کہ عمر زیادہ ہونے کے بعد بھوک اور تڑپ کھانے کی ہوتی ہے اور دودھ کا صرف شوق رہ جاتا ہے۔

کلمۂ إنّما بالاتفاق حصر کے لئے ہوتا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلمۂ حصر کے ساتھ ضابطہ بیان کر کے رہنمائی فرمائی ہے کہ رضاعت کا یہ رشتہ صرف صغیر کے دودھ پینے سے ہی ثابت ہوتا ہے، کبیر کے دودھ پینے سے اس کا ثبوت نہیں ہوتا۔'' (ص: ۱۸۷)

مدت رضاعت سے متعلق تین آیات قرآنیہ اور چھ احادیث نبویہ ذکر کرنے کے بعد حضرت سراج الفقہاء نے ایک حدیث پیش کی ہے جس میں یہ ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سہلہ بنت سہیل کو ایک جوان شخص سالم کو دودھ پلانے کی اجازت دی تھی۔ فاضل محقق دام ظلہ العالی نے متعدد شواہد کے اجالے میں اس حدیث کے دو جواب دیے ہیں: اول یہ کہ یہ حکم حضرت سہلہ اور سالم کے لئے خاص ہے اور یہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریعی اختیارات کا حصہ ہے، دوم یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

حلالہ، حلال یا حرام؟ یہ کتاب کا اکتیسواں مسئلہ ہے۔ اس مسئلے پر بھی وہابیہ غیر مقلدین کافی شور وغوغا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حلالہ بالکل خلاف شرع اور ناجائز وحرام ہے۔ اس لئے حضرت مصنف نے یہ مسئلہ بھی اٹھایا ہے اور اس کے ہر گوشے پر محققانہ کلام کیا ہے۔ سب سے پہلے حلالہ کی جائز وناجائز چھ صورتیں ذکر کی ہیں۔ ان میں چار صورتیں ناجائز اور دو صورتیں جائز ہیں۔ پوری بحث کتاب میں پڑھیں۔ یہاں ذکر یہ کرنا ہے کہ حلالہ کی جو چھٹی جوازی صورت ہے اسے غیر مقلدین نے نزاعی بنا دیا ہے جس میں یہ ہے کہ عورت سے نکاح حلالہ کے لئے کیا، مگر نہ حلالہ کی شرط رکھی نہ معاوضہ کی، نہ مقررہ وقت کی اور نہ ہی وہ حلالہ کا خواہاں ہے۔ یہ صورت ہم اہل حق کے نزدیک جائز ہے اور وہابیہ غیر مقلدین اسے ناجائز بتاتے ہیں۔ یہ نکاح بھی صحیح ہے اور دل میں جو ایک مقصد پوشیدہ ہے وہ بھی حدیث پاک کی روشنی میں جائز ہے۔

حضرت سراج الفقہاء نے اس کے بعد تنقیح مبحث پیش کی ہے اور پھر نکاح حلالہ کے جواز کے دلائل دیے ہیں۔ یہ پوری بحث مصنف دام ظلہ کے فقہی جلال و جمال کا دل کش عکس پیش کرتی ہے اور اس سے ان کی تحقیق انیق کا کامل ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے۔

وہابیہ اہل حدیث نے اپنے موقف پر جو بنیادی حدیث پیش کی ہے، وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی یہ حدیث: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المحلِّلَ والمحلَّلَ له ہے۔

(اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلالہ کرانے والے پر بھی لعنت فرمائی اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے اس پر بھی)

حضرت سراج الفقہاء نے اس حدیث کا تشفی بخش مفہوم پیش کیا ہے کہ حدیث کا یہ حکم خاص محلّل پر ہے، مطلق محلل پر نہیں۔ اس مسئلے پر فقہ کی امہات الکتب سے متعدد جزئیات درج کیے ہیں اور کئی مثالوں سے اپنا موقف مؤثق فرمایا ہے۔ ساتھ ہی یہاں تدبر حدیث کا جو شاندار نمونہ نظر آتا ہے اس سے حضرت سراج الفقہاء کی حدیث فہمی کا جوہر نمایاں ہوتا ہے اور مرادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک رسائی کا سبق ازبر کرا جاتا ہے۔ یہ پوری بحث چوبیس صفحات پر مشتمل ہے اور مستقل رسالے کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ورنہ اس پوری بحث کی تلخیص اور فاضل مصنف کا استدلالی رنگ پیش کیا جاتا۔

لیکن قارئین ان بحثوں سے بالکل دور نہیں، آگے بڑھیں اور فقہ وحدیث کے سمندر میں اتر کر بیش بہا موتیاں نکال کر سنجیدہ علمی دنیا کے روبرو حقیقت پیش کرنے والے فقیہ ومحقق کا قلم چوم لیں۔

☆☆☆

☆استاذ شعبۂ درس نظامی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
۱۱/شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ/ ۲۵/ مارچ ۲۰۲۱ء

اصلاح معاشرہ

صالح معاشرہ کے لئے عورت کی خواندگی اہم

محمد آصف★

یوں تو علم کی اہمیت اور افادیت کو تمام مذاہب نے تسلیم کیا ہے لیکن اسلام نے علم اور اہل علم کو جو مقام عطا کیا ہے اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں شاید ہی ملتی ہو، لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج مسلمان علم کے میدان میں تمام اقوام عالم سے بہت ہی پیچھے ہیں، خصوصاً ہمارے ملک ہندوستان میں حصول علم سے جس درجہ بے اعتنائی برتی جارہی ہے وہ نہایت ہی قابل افسوس ہے۔ اسلام دنیا کا وہ مذہب ہے جس نے تعلیم پر زور دیا ہے۔ قرآنی تعلیمات اور احادیث نبویہ اس بات پر شاہد ہیں کہ علم کے بغیر انسان صحیح معرفت الٰہی حاصل نہیں کرسکتا۔ قرآن مجید کی پہلی جو آیات نازل ہوئیں وہ علم سے متعلق ہیں اُن میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور قلم کی اہمیت بھی بتائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ۔ اَلَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ۔ (۱)

''پڑھو (اے نبی) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا، جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی، پڑھو، اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔''

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (۲)

''اُن سے کہہ دیجیے: کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں کبھی یکساں ہوسکتے ہیں؟''

اس آیت میں عالم اور جاہل کے درمیان فرق بتایا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح بینا اور نابینا، روشنی اور تاریکی، سایہ اور دھوپ، زندگی اور موت، انسانیت اور حیوانیت، جنت اور دوزخ برابر نہیں ہو سکتے، اسی طرح علم والے اور غیر علم والے بھی برابر نہیں ہوسکتے۔

اِس مضمون کے لکھنے کا خاص مقصد خواتین کو تعلیم سے آشنا کرانا ہے۔ اس لئے ہماری کوشش یہ رہے گی کہ ہم اصل موضوع سے منحرف نہ ہوسکیں۔ تاریخ اسلام کے مطالعہ سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو تخلیق فرما کر جنت میں ٹھہرایا۔ حضرت آدم نے تمام نعمتوں کے موجود ہونے کے باوجود تنہائی و کمی محسوس کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو پیدا فرمایا۔ گویا عورت کا وجود کائنات کی تکمیل کرتا ہے۔ عورت کے بغیر انسانی نسل کا استحکام اور نشو و نما ناممکن ہے۔ بقائے حیات اور معاشرے کا قیام و استحکام، جسمانی و روحانی آسودگی عورت ہی کے باعث ہے۔

عورتوں کی تعلیم پر بعض لوگ بڑی غلط فہمیاں رکھتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ تعلیم صرف لڑکوں ہی کو دینا ضروری ہے۔ تعلیم روزگار کے لئے چاہیے، دین کے لئے چاہیے اس میدان میں صرف مردوں کو ہی آنا چاہیے عورتیں باورچی خانے کے لئے پیدا ہوئی ہیں اور ان کی زندگی باورچی خانے سے شروع ہوکر دسترخوان پر ختم ہوجاتی ہے۔ یہ باتیں ہرگز درست نہیں، عورتیں بھی انسان ہیں، علم کی روشنی انسان کو جینا سکھاتی ہے۔ علم ایک لازوال دولت ہے جو تقسیم کرنے سے کم ہونے کی بجائے بڑھتی ہے۔ یہ وہ روشنی ہے جو جہالت کی تاریکی کو مٹاتی ہے۔ یہ وہ زرخیز زمین ہے جس کے پھولوں اور پھلوں کی کوئی گنتی، کوئی شمار نہیں۔ یہ وہ سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ یہ وہ طاقت ہے جو انسان کو خود شناسی اور خداشناسی سکھاتی ہے۔

کسی دانا کا قول ہے کہ ماں کی گود بچے کی پہلی درس گاہ ہے۔ بچہ جو کچھ اس درس گاہ سے سیکھتا ہے وہ اس کی آئندہ زندگی پر بہت اثر انداز ہوتی ہے۔ بچے کی بہترین تربیت کے لئے ماں کا تعلیم یافتہ ہونا بہت ضروری ہے۔ مفکرین کی رائے میں ''مرد کی تعلیم ایک فرد کی تعلیم ہے، جبکہ عورت کی تعلیم ایک خاندان کی تعلیم ہے۔'' فرانس کے مشہور بادشاہ نپولین کا قول ہے: ''آپ مجھے اچھی مائیں دیں، میں آپ کو بہترین قوم دوں گا'' علامہ اقبال کے فارسی شعر کا مفہوم ہے: قوموں کو کیا پیش آچکا ہے؟ کیا پیش آسکتا ہے اور کیا پیش آنے والا ہے یہ سب ماؤں کی جبینوں

سے دیکھا جا سکتا ہے۔(۳)

مذہب اسلام کو دیگر مذاہب کے مقابلے میں ایک امتیاز یہ بھی حاصل ہے کہ یہ حصول علم پر ہر ممکن زور دیتا ہے۔قرآن حکیم میں تقریباً پانچ سو مقامات پر بلاواسطہ یا بالواسطہ حصول علم کی اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔مذہب اسلام مرد کی طرح عورت کے لئے بھی تعلیم کا حصول لازم قرار دیتا ہے۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:**طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة.** علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔(۴)

اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

''علم والوں کو دوسروں کے مقابلے میں ایسی ہی فضیلت حاصل ہے، جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنی شخص پر۔ یقینا اللہ عزوجل، اس کے فرشتے اور آسمان و زمین والے حتی کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلیاں تک لوگوں کے تعلیم کے لئے بھلائی کی دعا کرتی ہیں۔''(۵)

آپ ﷺ نے مردوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام فرمایا ہے۔آپ ﷺ نے ایک دن عورتوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بھی مخصوص فرما رکھا تھا۔ازواج مطہرات حضرت محمد ﷺ سے دین کی باتیں سیکھ کر دیگر مسلمان خواتین کو سکھاتی تھیں۔یوں دین کی تعلیم عورتوں تک بھی باقاعدہ پہنچتی رہی۔

ہمارے معاشرے میں عام طور پر یہ بحث رہتی ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم کا نصاب کیا ہونا چاہیے میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ میں ہمارے سامنے سب سے بڑی اور روشن مثال ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات گرامی ہے جو درس گاہ نبوی کی سب سے کامیاب طالبہ اور امت کی سب سے بڑی معلمہ تھیں۔ان کے علمی فضل و کمال کا یہ عالم ہے کہ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ''نصف دین ان سے حاصل کیا جائے'' یہ نصف اگر مقدار کے لحاظ سے نہ بھی ہو تو کیفیت کے لحاظ سے ضرور نصف دین ہے، اس لئے کہ چار دیواری کے اندر رسول اللہ کی زندگی اور تعلیمات کا کم و بیش نوے فی صد حصہ انہی سے روایت ہے۔وہ حدیث نبوی کے پانچ بڑے راویوں میں سے ہیں بلکہ خواتین میں احادیث نبوی کی سب سے بڑی راویہ ہیں۔آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اگر آپ احادیث بیان نہ کرتیں تو شریعت مکمل نہ ہوتی۔(۶) اس بات سے اندازا لگایا جا سکتا ہے کہ کامیاب معاشرے کے لئے تعلیم نسواں کس قدر اہمیت و ضرورت کا حامل ہے۔

بدقسمتی سے اسلامی تعلیمات کی ادھوری تفہیم اور انہی معاشرتی رسوم و رواج میں خلط ملط کرنے کے باعث خواتین کو ماضی میں علوم کے ذرائع تک آزادانہ رسائی کا حق حاصل نہیں رہا جس کی وجہ سے وہ نسل در نسل زیور تعلیم سے محروم رہیں۔اگر انہیں گھر میں بھی دین کی تعلیم دی گئی تو وہ بھی اس معیار کی نہ تھی جس سے دین اسلام کا صحیح مفہوم انہیں معلوم ہو سکے اور وہ نئی نسل کی تربیت صحیح انداز میں کر سکیں۔

درحقیقت تعلیم ہی وہ زیور ہے جس سے عورت اپنے مقام سے آگاہ ہو کر اپنا اور معاشرے کا مقدر سنوار سکتی ہے۔عورتوں کی تعلیم ایک منصوبہ بندی کے تحت ہو تو وہ برائیاں جو آج قوم کی بچیوں اور بچوں میں پائی جاتی ہیں سب کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔عورتوں کی تعلیم میں مذہبی تعلیم کو اولیت دی جائے تا کہ مذہبی اور اخلاقی اصولوں سے عورتیں واقف ہوں خود ان پر عمل کریں، اپنے شوہر کو رغبت دلائیں اور اپنی اولاد کی صحیح تربیت کریں۔اس کے بعد زبان کی تعلیم دی جائے اپنی زبان پڑھنا اگر سیکھ جائیں تو ہر گھر میں اچھی زبان بولی جائے گی اور گھر کا ماحول امن و شانتی کا گہوارہ بن جائے گا۔

مذہب کو انسانی زندگی میں خاص مقام حاصل ہے۔ مذہب کی بنیادی تعلیمات اور اہم مسائل سے آگاہی مرد کے ساتھ ساتھ عورت کے لئے بھی اشد ضروری ہے۔ دین ہی وہ کامیاب راستہ ہے جس پر چل کر انسان دنیوی و اخروی زندگی کو کامیاب و کامران بنا سکتا ہے۔ پڑھی لکھی عورت مذہبی و دینی تعلیمات و مسائل سے اچھی طرح آگاہ ہوتی ہے۔وہ اپنی اولاد کی تربیت دینی اصولوں کی روشنی میں بہتر انداز میں کر سکتی ہے اور ملک و ملت کی تقدیر سنوار سکتی ہے لیکن ایک ناخواندہ عورت جو دین و مذہب کی تعلیمات سے ناآشنا اور غیر سلیقہ شعار ہوتی ہے، وہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے فرائض بھی اچھے طریقے سے ادا نہیں کر سکتی۔

موجودہ دور سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ دنیا ایک عالمی گاؤں میں تبدیل ہو چکی ہے۔اب وہی قوم یا ملک اس جہاں پر حکمرانی کر سکتا ہے جو علم اور ٹیکنالوجی میں آگے ہے۔اگر کسی ملک کی نصف آبادی یعنی خواتین پسماندہ ہوں گی تو وہ قوم کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتی۔لہذا عورتوں کے لئے تعلیم کا حصول اور واقفیت عامہ یا معلومات عامہ سے آراستہ ہونا نہایت ضروری ہو چکا ہے۔آج کی دنیا نہایت تیز رفتاری کے ساتھ ترقی

کی منازل طے کر رہی ہے۔ اس لئے ایک پڑھی لکھی عورت ہی اس نئے ماحول سے مطابقت پیدا کرسکتی ہے۔ ایک تعلیم یافتہ عورت اپنی رائے کا اظہار بہتر طریقے سے کرسکتی ہے اور ملک کی ترقی کے لئے اپنا کردار ادا کرسکتی ہے۔ وہ اپنے خاندان اور معاشرتی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوتی ہے۔ ضروری نہیں کہ عورت پڑھ لکھ کر ڈاکٹر، انجینئر یا پائلٹ ہی بنے۔ عورت کی اولین ذمہ داری اس کا گھر ہے۔ وہ پڑھی لکھی ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کے روپ میں اپنی ذمہ داریوں کو زیادہ بہتر طریقے سے نبھا سکتی ہے۔

اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً بیس کروڑ بتائی جاتی ہے ان کی نصف آبادی عورتوں پر مشتمل ہے ان میں صرف ایک فیصد عورتیں تعلیم یافتہ ہیں۔ یہ ایک افسوس ناک پہلو ہے کہ ہندوستان کی ایک فیصد مسلم تعلیم یافتہ خواتین میں سے بھی اکثریت ایسی خواتین کی ہے جو صرف عصری علوم وفنون سے واقفیت رکھتی ہیں اور وہ خواتین جو دینی تعلیم کے حصول میں کوشاں ہیں ان کی تعداد انگلیوں پر شمار کیے جانے لائق ہے۔(۷)

محتاج بیان نہیں کہ عورتوں کی اعلیٰ دینی تعلیم اہم اور فائدہ مند ہے، دینی نقطۂ نظر سے اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا جائے یا سماجی نقطۂ نظر سے اس کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ نسل انسانی کی پہلی تربیت گاہ ماں کی آغوش ہے ماں کے ایک قطرہ شیر کے ساتھ بچہ جذبات وحسیات اور اخلاق بھی اپنے اندر جذب کرتا ہے اور اس کی ایک ایک ادا سے عمل کے طریقے سیکھتا ہے۔ ماں تعلیم یافتہ اور دینی مزاج کی حامل ہوتی ہے تو غیر محسوس طریقہ سے دین حق بچہ کے اندر اترتا جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ماں محض دنیاوی تعلیم اور غیر اسلامی رنگ ڈھنگ کی مالک ہے تو بچوں کی ذہنی واخلاقی حالت مسموم ہوجاتی ہے۔ کوئی بھی ماں اپنے بچہ کے منھ میں صرف دودھ ہی نہیں ڈالتی بلکہ اس کے ساتھ اپنے اخلاق کی روح بھی اس کی رگ رگ کے اندر اتارتی ہے۔ اگر اس کے اندر روحِ دین کمزور ہے اخلاق فاسد ہے تو اُن کے زہریلے جراثیم ضرور بچے میں سرایت کرجائیں گے۔ مردوں کی خرابی کے اثرات بھی مہلک ہیں، مگر ان کی خرابی سے ممکن ہے کہ بچنے کی شکلیں پیدا ہوجائیں لیکن عورتوں کے بگاڑ کے خراب نتائج سے بچنا ناممکن ہے۔ ان کی پیدا کی ہوئی خرابی جڑ کی خرابی ہے، شاخوں اور تنے کی خرابی نہیں اس کا علاج ناممکن ہے اس وجہ سے کہ ان کی ذمہ داریاں بہت سخت ہیں۔ جو درخت اپنی نشوونما کے ابتدائی دور میں ہی آفت رسیدہ ہوجائے پھر اس کا تناور درخت ہونا مشکل ہوجاتا ہے۔

حضرت امام حسن کی قناعت اور حضرت امام حسین کا صبر و استقلال قیامت تک کے لئے بے نظیر ہے۔ اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ انھوں نے یہ اوصاف اپنی والدہ حضرت فاطمہ بنت رسول ﷺ سے ورثہ میں پائے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کا عزم نہایت سبق آموز ہے، آپ حضرت عائشہ کے بھانجے اور حضرت اسماء بنت ابی بکر کے فرزند تھے۔ مسلمانوں کی علمی تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی عیاں ہوجاتی ہے کہ بڑے جلیل القدر علماء بلکہ ائمہ فن نے عالمہ خواتین کے تلمذ سے بھی استفادہ کیا تھا جیسے مشہور صحابی عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خاص شاگرد تھے۔

حضرت عائشہ عرب قبائل کی روایات، تاریخ اور کلچر پر اس حد تک عبور رکھتی تھیں کہ لوگ اس سلسلے میں ان سے رہنمائی حاصل کرتے تھے اور انہیں اپنے دور کے بڑے خطباء میں شمار کیا جاتا تھا۔ علمی اور فقہی معاملات کے علاوہ عوامی مسائل پر بھی کھل کر رائے دیتی تھیں اور خلفائے راشدین جیسی شخصیات بھی بہت سے امور میں ان سے رہنمائی حاصل کرتی تھیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کا ارشاد ہے کہ ''ہم اصحاب رسول کبھی کسی ایسی مشکل میں نہیں پھنسے جس کے بارے میں ہمیں ام المومنین حضرت عائشہ کے پاس رہنمائی نہ ملی ہو''۔ اس کے علاوہ طب و معالجہ پر بھی دسترس رکھتی تھیں اور ان کے سب سے بڑے شاگرد اور بھانجے حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ طبی معلومات رکھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔(۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مسند تدریس نصف صدی تک مدینہ منورہ میں آباد رہی اور سینکڑوں تشنگان علوم نے ان سے استفادہ کیا۔ صف حدیث رسول میں ان کے براہ راست شاگردوں کی تعداد دو سو سے زائد بیان کی جاتی ہے جن میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں۔ یہ سب معلومات ان کے سیرت نگاروں نے مختلف کتابوں میں بیان کی ہیں۔

کسی فلسفی کا قول ہے کہ ''تمہاری اکثر برائیاں تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک مرد اگر تعلیم حاصل کرتا ہے تو وہ تنہا تعلیم یافتہ کہلاتا ہے اور جب ایک عورت اگر تعلیم حاصل کرتی

ہے تو وہ پورے خاندان کی تعلیم کے بارے میں فکر مند ہو جاتی ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ بہترین اور تعلیم یافتہ مائیں ہی بہترین اور تعلیم یافتہ بچے جنم دیتی ہیں جو بعد میں ملک وملت کے لیے مایۂ ناز ہستیاں بنتی ہیں۔(۹)

جب عورت تعلیم یافتہ ہوتی ہے تو اپنے بچے کی بہترین تربیت کے لئے ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ انسانی سیرت ماں کی آغوش ہی میں بنتی، نکھرتی اور سنورتی ہے۔ بڑا مشہور ترین قول ہے کہ ماں کی گود اولین درس گاہ ہے۔ عالم اسلام کی عظیم ترین شخصیت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی ماں ہی تھیں کہ جن کی اعلیٰ تربیت کا اثر تھا کہ بچپن میں آپ کے دست مبارک پر ڈاکوؤں نے توبہ کی۔ رواں صدی میں مولانا احمد رضا بریلوی کی ماں نے ان کی جو تربیت کی اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ پوری دنیا میں احترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔

آج تعلیم نسواں کی اہمیت وضرورت اس لئے بھی اہم ہے کہ تعلیم یافتہ مائیں اپنے بچوں کی تربیت خوش اخلاقی اور سلیقے مند طریقے سے کر سکیں جس سے کامیاب معاشرے کی تشکیل ہو سکے۔ اس کے برخلاف اگر مائیں جاہل ہوں گی تو بچّے کند ذہن اور غیر تربیت یافتہ ہوں گے۔ اس لیے جدید دور میں تعلیم نسواں کی اشد ضرورت ہے۔ تعلیم نسواں ہی زندگی کو کامیاب بنا سکتی ہے۔ طالبات اور ان کی معلمات سے بطور خاص عرض ہے کہ وہ پورے اعتماد کے ساتھ حصول علم میں آگے بڑھیں۔ وہ ام المومنین حضرت عائشہ اور دیگر جلیل القدر صحابیات رضی اللہ عنہن کی زندگیوں اور علمی کارناموں کا مطالعہ کریں۔ وہ مغرب کے اس پراپیگنڈے سے قطعاً متاثر نہ ہوں کہ اسلام عورتوں کو علم حاصل کرنے سے روکتا ہے، کیونکہ ہمارا شاندار ماضی اور تابناک تاریخ ہمارے سامنے ہے اور امت کی اولوالعزم خواتین کی خدمات اور کارنامے تاریخ کا روشن حصہ ہیں جن کا دنیا کی کوئی اور قوم مقابلہ نہیں کر سکتی لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ یہ سب کچھ دینی احکام کے دائرہ میں رہ کر ہو اور شرعی قواعد وضوابط کی پوری طرح پابندی کی جائے۔

حوالہ جات:

(۱)(سورۃ العلق(۹۶)، آیت: ۱-۵)

(۲)(سورۃ الزمر(۳۹)، آیت: ۹)

(۳)http//:www.shahnawazfarooqi.com/824/

(۴)سنن ابن ماجہ، (باب فضل العلماء)، جلد اول، حدیث نمبر ۲۲۴

(۵)http//:www.farooqia.com/ur/lib/1433/07/p44.ph

(۶) اسلامی علوم ایک تعارف، ڈاکٹر عبدالوارث خان، ص ۷۱، ۲۰۱۴ء

(۷) مدارس نسواں: اہمیت وضرورت، از شائستہ پروین سنبھلی، ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ ۱۲، جلد: ۹۰، دسمبر ۲۰۰۶ء

(۸) حضرت عائشہ کا علمی مقام، از مولانا ابوعمار زاہد الراشدی، روزنامہ اوصاف، اسلام آباد، ۱۲ ستمبر ۱۹۹۸ء

(۹)http//:www.almomin.in/?p=1717

☆☆☆

☆ ریسرچ اسکالر، شعبہ اسلامیات، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

asifpilibhit@gmail.com

7533025240

شخصیات اسلام

حضرت خالد بن ولید اسلامی تاریخ کے عبقری جرنیل

عطاء الرحمٰن نوری★

ابوسلیمان خالد رضی اللہ عنہ ابن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن تیفتہ بن مرۃ۔ ’مرۃ‘ شاہکارِ دست قدرت مصطفی جان رحمت ﷺ کے ساتویں دادا ہیں۔اس وجہ سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا شجرۂ نسب ساتویں پشت میں آپ ﷺ سے مل جاتا ہے۔آپ کی والدہ کا نام لبابہ صغریٰ بنت الحارث ہے۔آپ حضرت ام المومنین بنت حارث رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں۔اس طرح حضور ﷺ حضرت خالد بن ولید کے حقیقی خالو ہیں۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے چھ بھائی اور دو بہنیں تھیں۔آپ کے بھائیوں میں ہشام اور ولید مسلمان ہوئے۔ بہنوں میں سے ایک کی شادی حضرت صفوان بن امیہ کے ساتھ ہوئی تھی اور دوسری کی حارث بن ہشام کے ساتھ۔

آپ کے والد ولید کا شمار مکہ کے رؤسا میں ہوتا تھا،مکہ مکرمہ سے لے کر طائف تک ان کے باغات تھے،قبیلۂ مخزوم سے تعلق تھا جو قریش کے قبیلہ بنوہاشم کے بعد مرتبہ میں دوسرے درجہ پر تھا،ثروت کا عالم یہ تھا کہ ایک سال بنوہاشم مل کر غلاف کعبہ چڑھاتے اور ایک سال تنہا ولید غلاف چڑھاتے تھے۔ظہور اسلام کے وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً سترہ سال تھی۔ایسے ماحول میں پرورش پائی جہاں شمشیر آرائی، نیزہ بازی،شہسواری،جنگی داؤ پیچ اور جنگجویانہ سرگرمیوں کے علاوہ دوسرے اذکار بہت کم تھے۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ بچپن ہی سے نہایت پھرتیلے،نڈر اور صاحب تدبیر تھے۔جوان ہو کر آپ کی شجاعت کا رنگ اور نکھر گیا۔آپ قریش کے منتخب جوانوں میں شمار ہونے لگے لیکن اپنے والد کی طرح قبول اسلام سے پہلے اسلام کے شدید مخالف تھے،اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر کارروائی میں آپ آگے آگے ہوتے ۔جنگ بدر واُحد میں آپ کی صلاحتیں اسلام کے خلاف صرف ہوئیں۔اُحد میں آخری مرحلے میں مسلمانوں کو جس تکلیف کا سامنا کرنا پڑا،اس کی بڑی وجہ خالد بن ولید تھے۔

قبول اسلام: ابن سعد اور بیہقی رحمہا اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا تو میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی اور میری ہدایت کی بابرکت گھڑی آپہنچی۔میں نے سوچا کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے خلاف ہر محاذ پر برسرپیکار رہا مگر ہر دفعہ شکست و ہزیمت سے دوچار ہوا۔میرے دل میں رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ میری ساری دوڑ دھوپ بے فائدہ اور لایعنی ہے اور حضرت محمد ﷺ عنقریب غالب آجائیں گے۔جب حضور ﷺ حدیبیہ میں تشریف لائے تو میں بھی مشرکوں کے گھوڑسوار دستے کی قیادت کرتے ہوئے روانہ ہوا۔مقامِ عسفان پر ہماری ملاقات ہوئی،میں خم ٹھونک کر مقابلے کے لئے اتر آیا۔ ہمارے عین سامنے حضور ﷺ نے صحابۂ کرام کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ جب وہ مصروفِ نماز تھے تو ہم نے چاہا کہ ان پر حملہ کردیں مگر ہم ایسا کرنے سے باز رہے۔شاید اسی میں بھلائی تھی۔ ہمارے اس دلی ارادے سے حضور ﷺ آگاہ ہوگئے۔اس لئے حضور ﷺ نے عصر کی نماز ’’صلوٰۃ الخوف‘‘ کے طریقے پر پڑھائی۔آپ کے اس عمل پر ہم از حد متاثر و حیران ہوئے۔میں نے کہا’’یہ شخص ناقابلِ تسخیر ہے، قدرت اس کی نگہبان ہے‘‘ پھر ہم چلے گئے۔حضور ﷺ ہمارے لشکر کے معروف راستے سے ہٹ کر داہنی جانب سے آگے بڑھنے لگے۔ جب حدیبیہ کے مقام پر صلح ہوئی اور قریش نے اس صلح کے ساتھ حضور ﷺ کو واپس کردیا تو میرے دل میں اندیشہ ہائے گوناگوں پیدا ہوئے۔میں نے سوچا،اب کیا کرنا چاہئے؟ نجاشی کے پاس چلا جاؤں؟ وہ تو (حضرت) محمد ﷺ کی اتباع کرچکا ہے اور ان کے صحابہ وہاں امن وامان سے زندگی بسر کررہے ہیں؟ کیا ہرقل کے پاس چلا جاؤں؟ اپنا دین ترک کرکے یہودیت یا نصرانیت قبول کرلوں اور عجم کا تابع کروں؟ جو آدمی یہاں رہ جائیں ان کے ساتھ اپنے گھر میں ہی رک جاؤں؟

میں اسی سوچ میں تھا کہ حضور ﷺ عمرۂ قضا کے لئے تشریف لے آئے۔مجھے آپ کی آمد کا علم ہوا تو چھپ گیا اور جب آپ مکہ میں

داخل ہوئے اس وقت میں وہاں نہ تھا۔ میرا بھائی ولید بن ولید نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ (بیہقی اور ابونعیم رحمہا اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ عشاء کی نماز پڑھتے تو آخری رکعت میں یہ دعا فرماتے ''اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات عطا فرما۔'' (الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۵۹۹))

اس نے مجھے تلاش کیا، مگر میں کہیں نہ ملا، پھر اس نے میرے نام ایک خط لکھا۔ جس کا مضمون یہ تھا ''بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امابعد! مجھے اس سے عجیب تر بات کہیں نظر نہ آئی کہ تم جیسا دانا اور عقل مند شخص اسلام سے گریز پا ہے۔ تمھیں اللہ تعالیٰ نے عقل و فکر کی بہترین صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اسلام کی صداقت سے کون نادان پہلو تہی کرے گا۔ تیرے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا کہ خالد کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اسے آپ کی بارگاہ میں لے آئے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ایسا ذی شعور آدمی اسلام کی حقانیت سے بے خبر نہیں رہ سکتا، اگر وہ تنہا اپنی جنگجویانہ صلاحیت کو مسلمان کے حق میں اور مشرکوں کے خلاف بروئے کار لاتا تو یہ اس کے لئے بہتر تھا اور ہم اسے سب پر فضیلت بخش دیتے'' برادرم! جو نقصان ہو چکا، اس کی تلافی کر لو، بڑے سنہری مواقع تم نے اپنے ہاتھ سے گنوا دیئے، اب سنبھل جاؤ۔''
(مرجع سابق)

جب میرے بھائی کا خط آیا تو میں فوراً تیار ہو گیا۔ اسلام کے ساتھ میری محبت میں اور اضافہ ہو گیا۔ خصوصاً رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے میں از حد مسرور ہوا۔ میں نے خواب دیکھا کہ میں کسی تنگ اور بنجر سرزمین میں ہوں، پھر وہاں سے کشادہ سرسبز علاقہ میں نکل آیا ہوں، میں نے سوچا یہ بڑا اہم خواب ہے۔ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو میں نے کہا کہ میں (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سامنے اپنا خواب بیان کروں گا۔ میرا خواب سن کر انہوں نے فرمایا ''اس خواب کی تعبیر یہی ہے کہ تم وہاں سے نکل کر یہاں آئے ہو اور تمھیں قبولِ اسلام کی توفیق مل گئی ہے اور خواب میں جو تم نے تنگ و تاریک علاقہ دیکھا تھا دراصل کفر و شرک تھا جس میں تم پہلے تھے۔'' (مرجع سابق)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے بارگاہِ رسالت میں حاضری کا عزم مصمم کر لیا تو سوچا کہ کس کو اپنا رفیق سفر بناؤں؟ میں صفوان بن امیہ سے ملا، اس سے کہا کہ اے ابووہب! تم نے اپنی صورت حال کے بارے میں کیا سوچا ہے؟ ہم بڑے تجربہ کار جنگجو لوگ ہیں پھر بھی محمد (ﷺ) عرب و عجم پر غالب آ رہے ہیں۔ اگر ہم ان کے پاس جا کر اُن کی اتباع کر لیں تو کیسا رہے گا؟ کیونکہ ان کی عزت ہماری عزت ہے۔ صفوان نے صاف انکار کر دیا، کہنے لگا ''اگر ان کا کوئی بھی مخالف نہ بچا، پھر بھی میں ان کی اتباع نہیں کروں گا۔'' یہ باتیں کرنے کے بعد ہم دونوں نے اپنی اپنی راہ لی۔ میں نے سوچا کہ اس کے شدید انکار کی وجہ یہ ہے کہ میدانِ بدر میں اس کا باپ اور بھائی مارے گئے تھے پھر میں عکرمہ بن ابوجہل سے ملا۔ اس کے ساتھ بھی وہی باتیں کیں جو صفوان بن امیہ کے ساتھ کی تھیں۔ اس کا جواب بھی صفوان سے ملتا جلتا تھا۔ میں نے کہا: میری اس بات کا تذکرہ کسی کے سامنے نہ کرنا، اس نے کہا ٹھیک ہے، میں کسی کو نہیں بتاؤں گا پھر میں اپنے گھر آ گیا۔ گھر والوں سے کہا: میری سواری تیار کرو۔ میں عثمان بن طلحہ سے ملاقات کر کے آتا ہوں۔ میں نے سوچا کہ یہ میرا دوست ہے، اس کے سامنے اپنا ارادہ ظاہر کرنا چاہئے پھر مجھے یاد آیا کہ اس کے آباء و اجداد بھی قتل ہوئے تھے، لہٰذا اُس کو یہ بات نہیں بتانی چاہئے۔ معاً خیال آیا، بھلا اُس کو بتا دینے میں حرج ہی کیا ہے یہ میرا کیا بگاڑے گا۔ میں تو ابھی منزل کی جانب روانہ ہو جاؤں گا۔ میں نے اس کے سامنے حقیقت حال کھول کر بیان کر دی اور کہا ''ہماری حالت اس لومڑ کی طرح ہے جو بل میں موجود ہو، اس میں پانی کا ڈول ڈالیں تو وہ نکل آتا ہے'' پھر وہ ساری باتیں کر ڈالیں جو صفوان کے ساتھ کی تھیں۔ اس نے فوراً میری بات مان لی اور کہا ''میں ابھی جانے کے لئے تیار ہوں، میری سواری موجود ہے'' میں نے ''یاجج'' کو جائے ملاقات کے لئے مقرر کیا کہ اگر وہ مجھ سے پہلے وہاں پہنچ گئے تو میرے لئے رکیں گے اور اگر میں ان سے پہلے پہنچ گیا تو پھر میں وہاں انتظار کروں گا۔

سحری کے وقت ابھی پوری طرح اُجالا نہ ہوا تھا کہ ہم روانہ ہو گئے۔ جب فجر طلوع ہوئی تو ہم 'یاجج' کے مقام ایک دوسرے سے جا ملے، ہم چلتے رہے، جب 'ھدہ' کے مقام پر پہنچے تو عمرو بن عاص سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے ہمیں مرحبا کہا۔ ہم نے ان کے کلماتِ ترحیب کا جواب دیا، وہ بولے، تم کہاں جا رہے ہو؟ ہم نے کہا تم کس لئے نکلے ہو؟ کہنے لگے پہلے تم بتاؤ ہم نے کہا ''ہم اس لئے جا رہے ہیں کہ دین اسلام قبول کر کے حضرت محمد مصطفی (ﷺ) کی غلامی اختیار کر لیں''

انہوں نے کہا ''میرے آنے کا بھی یہی سبب ہے'' حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر ہم تینوں ہم سفر بن گئے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر 'حرہ' میں سواریاں بٹھائیں۔ ہمارے متعلق رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کر دیا گیا۔ آپ بہت خوش ہوئے۔ میں نے اپنے بہترین کپڑے پہنے اور حضور ﷺ کے پاس حاضر ہونے کے لئے چل پڑا۔ راستے میں اپنے بھائی سے ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے کہا جلدی کرو، حضور ﷺ کو تمہاری آمد کا پتہ چل گیا ہے، آپ بہت خوش ہیں اور تمہارا انتظار فرما رہے ہیں۔ ہم تیز تیز چلنے لگے۔

جونہی میں حضور ﷺ کے سامنے آیا، آپ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگے اور دیر تک مسکراتے رہے۔ میں آپ کے پاس جا کھڑا ہوا ''السلام علیکم یا نبی اللہ'' کہا، آپ نے خندہ پیشانی سے میرے سلام کا جواب عطا فرمایا۔ میں نے کہا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں'' حضور ﷺ نے فرمایا: تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی۔ میرا یہی خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں جو فہم وفراست کی قوت عطا فرمائی ہے وہ تمہیں خیر وفلاح کے راستے پر گامزن کر دے گی۔ میں نے عرض کی ''حضور! آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کے مقابلے میں کئی جنگوں میں شریک ہوا ہوں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ میری اس خطا کو معاف فرما دے'' حضور ﷺ نے فرمایا: اسلام پہلے سارے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔ (الخصائص الکبریٰ، ج۱، ص۶۰۱ تا ۶۰۵)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا تھا کہ کفر پر غشی طاری ہوگئی۔ آپ کے بعد عکرمہ بن ابوجہل بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ صلح حدیبیہ کے بعد مصطفی کریم ﷺ کی زندگی کے چار سال اور اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ادوارِ حکومت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے کارناموں سے اسلام کی تاریخ مہر منیر کی مانند چمک رہی ہے۔ مؤرخین کے مطابق حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے چھوٹی بڑی ۱۲۵ لڑائیاں لڑیں اور ایک بھی لڑائی میں شکست نہیں کھائی۔

(سیدنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، ص ۷)

عرب میں مشہور تھا کہ جس جنگ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہوں گے اس میں فتح غالب ہے۔ آپ کثرت وقلت کے اعداد وشمار سے بے نیاز تھے۔ دنیا کے بڑے سے بڑے سے بڑا کوئی جرنیل حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی پرچھائیں تک بھی نہیں پہنچ سکا۔ جنگ موتہ سے لے کر ایران کی سب سے بڑی لڑائی تک کون سا موقع ہے جہاں اس اولوالعزم جرنیل کے انمٹ نقوش نے اسلامی تاریخ کو روشن نہیں کیا۔

سید امیر احمد اپنی کتاب ''خالد بن ولید'' کے ص ۲۴۴ پر لکھتے ہیں:

''آج قومی عصبیت کا دور دورہ ہے۔ دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کے تاریخ نویس اس بات پر زیادہ سے زیادہ زور صرف کرتے ہیں کہ ان کے ہیرو کو دنیا کا سب سے بڑا انسان تسلیم کر لیا جائے۔ تاریخوں میں بے شمار ایسے نام ملیں گے جن کے ساتھ فاتح اعظم، عظیم الشان سپاہی اور دنیا کا سب سے بڑا جرنیل وغیرہ وغیرہ القاب لکھے ہوئے ہوں گے لیکن اگر کوئی مؤرخوں کے عطا کردہ اُن اعزازات کو دلیل اور انصاف کی ترازو میں تولنے لگے تو مایوسی اور افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ تحقیق کرنے والا دیکھے گا کہ محض قوم پرستی کے جوش میں بعض ایسے لوگوں کو بھی ان معزز خطابات سے نواز دیا گیا ہے جن کے قابل نفرت کارناموں کی وجہ سے تاریخ کے صفحات میں انہیں ادنیٰ سی پوزیشن نہیں ملنی چاہئے لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے حالات پڑھنے کے بعد ہر انصاف پسند اور صاف ذہن رکھنے والا انسان محسوس کرتا ہے کہ اسلام کے اس عظیم الشان سپاہی کے نام کے ساتھ دنیا کا سب سے بڑا جرنیل بہت ادنیٰ درجے کا خطاب ہے، اس کے محیر العقول کارنامے دلیل بن کر قدم قدم پر مطالبہ کرتے ہیں کہ نہ صرف اسلام کی بلکہ دنیا کی تاریخ میں اسے وہ مقام دیا جانا چاہئے جس کے قابل دنیا کے کسی فاتح، کسی جرنیل اور کسی سپاہی کو نہیں سمجھا گیا۔

یقیناً دوسری قوموں اور ملکوں کی تاریخوں میں بھی ایسے لوگوں کے تذکرے ملیں گے جنہوں نے اپنی تلواروں اور تدبیر کی بدولت زمانے سے اپنا لوہا منوایا۔ جنہوں نے بڑے بڑے معرکے سَر کر کے قوموں کی قسمتیں اور دنیا کا نقشہ بدل دیا لیکن اپنی پوری زندگیوں میں کتنی بار انہوں نے یہ کارنامے انجام دِیئے؟ جن قوموں اور ملکوں کو انہوں نے شکست دی، ان کی حربی قوتیں کیا تھیں اور خود اُن کے جلو میں کتنی قوموں کے پھریرے تھے؟ اگر ان سوالوں پر غور کیا جائے تو دنیا کے فاتحین کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں ہرگز نہیں لایا جاسکتا۔ تاریخ

شاہد ہے کہ ہمیشہ قوت کے نشے میں سرشار ہوکر طاقت ور قوموں نے اپنی کمزور ہمسایہ قوموں پر یلغار کی اور شہنشاہوں کے تنخواہ دار مؤرخوں نے ظلم وزیادتی کی ان داستانوں کو شجاعت اور شہادت کا ملمع چڑھا کر تاریخ کے اوراق کی زینت بنا دیا۔

بخت نصر، جولیس، سکندر، نپولین اور دنیا کے دوسرے فاتحین کی داستانوں کا تجزیہ کرنے کے بعد صرف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ طاقت نے کمزوری کو، کثرت نے قلت کو اور ظلم نے مظلومی کو فتح کیا۔ ان فاتحین کی داستانوں میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی داستان، ایسا رنگ کہاں کہ ہمیشہ مظلومی نے ظلم کے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھایا ہو، قلت نے کثرت کو چیلنج کیا ہو، بے سروسامانی نے ساز وسامان والوں سے ٹکر لی ہو، پاپیادہ غازیوں نے آہن پوش سواروں کو نیچا دکھایا ہو۔ دنیا کے دوسرے فاتحین کی داستانوں میں ایسے تابندہ ٹکڑے کہاں کہ جنگ یرموک میں دشمن کے ساٹھ ہزار فوج کے مقابلے کے لئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ صرف ساٹھ مجاہد لے کر نکلے ہیں اور اس شان سے فتح حاصل کرتے ہیں کہ دشمن پیٹھ پھیر کر دیکھنے کی جرات بھی نہیں کرتا۔ جنگ موتہ میں مسلمانوں کی کل تعداد تین ہزار تھی اور رومی ایک لاکھ سے اوپر تھے پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایسے وقت فوج کی کمان سنبھالی تھی۔ جب حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ بن رواحہ تین جلیل القدر سالاروں کی شہادت کے باعث مسلمانوں کے حوصلے پست ہو رہے تھے لیکن انہوں نے اپنی خدا داد قابلیت اور بے مثل شجاعت سے ایک لاکھ رومیوں کو شکست فاش دی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی یہ کتنی بڑی خصوصیت ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کم وبیش سوا سو لڑائیاں لڑیں جن میں ان کی فوجی طاقت دشمن کے مقابلے میں انتہائی کم ہوتی تھی مگر کسی ایک لڑائی میں بھی شکست نہیں کھائی۔ واٹرلو کی شکست کا حال پڑھ کر نپولین کے یہ الفاظ بالکل مذاق معلوم ہوتے ہیں کہ ''ناممکن'' مہمل لفظ ہے، اسے لغات سے خارج کر دینا چاہئے لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا ہر واقعہ اس فقرے پر گواہی دیتا ہے۔

سیف اللہ کا خطاب: حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے کچھ عرصہ بعد ہی ''غزوۂ موتہ'' پیش آیا۔ مصطفی کریم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنایا اور حفظ ماتقدم کے طور پر فرمایا کہ اگر زید شہید ہوں تو جعفر سپہ سالار ہوں گے، اگر جعفر شہید ہوں تو عبداللہ ابن رواحہ سپہ سالار ہوں گے اور ان کی شہادت کے بعد فوج جسے مناسب سمجھے سپہ سالار بنا لے۔

(ضیاء النبی ﷺ، ج ۴، ص ۳۶۴)

حدیث بخاری میں ہے کہ جس وقت موتہ میں جنگ لڑی جا رہی تھی، عین اسی وقت مسجد نبوی شریف میں حضور نبی کریم ﷺ صحابۂ کرام کے سامنے جنگ کا آنکھوں دیکھا حال بیان فرما رہے تھے حالاں کہ اس وقت تک کوئی قاصد مدینہ منورہ میں نہیں آیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لو دیکھو جنگ شروع ہوئی، اب میرا زید شہید ہو گیا پھر کچھ دیر بعد فرمایا: اب میرا جعفر شہید ہو گیا، یہ بیان فرماتے وقت آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کو دونوں (حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ) سے بڑی محبت تھی، حضرت جعفر آپ کے چچا حضرت ابو طالب کے بیٹے تھے اور اولین صحابہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا، (اعلانِ) نبوت کے پانچویں سال جب مکہ میں کفار نے مسلمانوں کا جینا محال کر دیا تو آپ حکم رسول ﷺ سے حبشہ کی جانب ہجرت فرما گئے اور حبشہ میں پیغمبر اسلام ﷺ کے سفیر کی حیثیت سے تقریباً ۱۲ سال قیام پذیر رہے اور دین اسلام کی تبلیغ کا حق بھی ادا کیا۔ شاہِ نجاشی آپ کی دعوت پر مسلمان ہوئے۔ ۷ھ فتح خیبر کے موقع پر آپ اپنے تمام مسلمان ساتھیوں کو لے کر مدینہ شریف آتے ہوئے خیبر کے مقام پر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، آپ کو دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا: میں بتا نہیں سکتا کہ آج مجھے فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر بن ابو طالب کے آنے کی۔ (ضیاء النبی ﷺ، ج ۴، ص ۲۵۸) اور آپ نے خیبر کے مالِ غنیمت میں سے انہیں اور ان کے ساتھیوں کو بھی حصہ دیا۔

جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا: اب علَم میرے عبداللہ ابن رواحہ نے اٹھا لیا ہے اور گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے، کچھ دیر جنگ کے حالات ملاحظہ فرماتے رہے اور پھر فرمایا: اب میرا عبداللہ ابن رواحہ بھی شہید ہو گیا ہے۔ حضرت عبداللہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے مل کر صلاح ومشورے سے حضرت خالد بن ولید کو سپہ سالار چن لیا۔ مسجد نبوی شریف میں بیٹھ کر غیب داں نبی ﷺ نے فرمایا: اب اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا سنبھالا، اب

مسلمانوں کو خیر ہے۔ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! خالد تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے، اس کی مدد فرما۔
(ضیاء النبی ﷺ، ج ۴، ص ۳۷۵)

اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح نے دشمنان اسلام کی آنکھیں کھول دیں جو اپنی کثرت کے بل بوتے پر شمع اسلام کو گل کر دینا چاہتے تھے۔معتبر روایتوں کے مطابق اس جنگ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فن حرب وضرب کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمن عش عش کر اُٹھے، اس جنگ میں آپ کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فتح یاب ہو کر موتہ سے واپس مدینہ پاک پہنچے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آنکھوں دیکھا حال جو نبی پاک ﷺ نے بیان فرمایا تھا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو آپ نے تصدیق کی کہ واقعی ایسے ہی ہوا تھا پھر نبی کریم ﷺ نے آپ کو ''سیف اللہ'' کا لقب دیا۔(غزوات میں معجزاتِ رسول ﷺ، ص ۱۴۱)

تیری دوستی سے پہلے مجھے کون جانتا تھا
تیرے عشق نے مجھے انمول کر دیا

فتح مکہ میں حضرت سیف اللہ کی کار کردگی: روزِ بعثت سے لے کر ۸ھ تک یہ اکیس سالہ عرصہ پیغمبر اسلام اور دین اسلام کے لئے بڑا صبر آزما تھا۔کفارِ قریش کی جانب سے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کرنے کے سبب پیغمبر اسلام ﷺ نے مکہ کی طرف کوچ فرمایا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حکم دیا کہ منادی کرنے والے لشکر اسلام کی اقامت گاہوں میں جا کر یہ اعلان عام کریں کہ صبح سویرے ہر قبیلہ کے جوان اپنی سواریوں پر زینیں اور کجاویں کس لیں اور ہر قبیلہ اپنے قائد کے ساتھ اپنے جھنڈے کے پاس کھڑا ہو جائے اور اپنے اسلحہ اور سامان جنگ کی پوری طرح نمائش کرے۔ حضور ﷺ کے حکم کے مطابق لشکر اسلام کو یوں ترتیب دیا گیا، حضرت ابوعبیدہ بن جراح مقدمۃ الجیش کے قائد مقرر ہوئے، حضرت خالد بن ولید کو میمنہ پر متعین کیا گیا، حضرت زبیر بن عوام میسرہ کے قائد بنائے گئے اور قلب لشکر میں خود حضور رحمت عالم ﷺ تشریف فرما ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید، بنی سلیم کے سالار مقرر ہوئے تھے، بنی سلیم کی تعداد ایک ہزار تھی، ان کے پاس دو جھنڈے اور ایک پرچم تھا، ایک جھنڈا عباس بن مرد اور دوسرا خفاف بن ندبہ کے پاس تھا جبکہ اس قبیلہ کا پرچم حجاج بن علاط نے تھاما ہوا تھا۔حضرت خالد بن ولید کا یہ چاق وچوبند دستہ ابوسفیان کے پاس سے گزرا تو انہوں نے تین بار بلند آواز سے نعرۂ تکبیر لگایا اور آگے بڑھ گئے۔ابوسفیان نے حضرت عباس سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے اسے بتایا کہ یہ خالد ہے۔ ابوسفیان نے از راہِ حیرت پوچھا: الغلام؟ یعنی وہ نوجوان خالد۔فرمایا وہی نوجوان خالد پھر اس نے پوچھا، اس کے ساتھ کون لوگ ہیں؟ بتایا، بنو سلیم۔

ہادیٔ برحق ﷺ نے جب اپنے سپہ سالاروں کو مختلف اطراف سے مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا تو ساتھ ہی یہ تاکید بھی فرمائی کہ وہ اپنی تلواروں کو بے نیام نہ کریں۔جب تک کفار اِن پر حملہ کرنے میں پہل نہ کریں یا کسی پر حملہ نہ کریں۔

حضرت خالد بن ولید کے علاوہ جتنے سپہ سالار مکہ میں اسلامی مجاہدوں کے ساتھ داخل ہوئے کسی نے ان پر حملہ کرنے کی جسارت نہ کی۔البتہ حضرت خالد بن ولید جب مکہ کے جنوبی حصہ سے شہر میں داخل ہونے لگے تو وہاں چند قریشیوں نے ان کا راستہ روکنے کی کوشش کی اور اپنی تلواریں بے نیام کر لیں۔حضرت خالد بن ولید نے بلند آواز سے انہیں نصیحت کی کہ بلا وجہ اپنے خون مت بہاؤ۔تمہاری ان گیدڑ بھبکیوں سے لشکر اسلام کی پیش قدمی نہیں رکے گی۔ہمیں اللہ کے پیارے رسول نے حکم دیا ہے کہ ہم آج مکہ کو فتح کر کے یہاں اسلام کا پرچم لہرا دیں اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہم یقیناً آج اس شہر کو فتح کریں گے لیکن کفار قریش نے حضرت خالد بن ولید کی اس نصیحت پر عمل کرنے سے انکار کر دیا اور مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔حضرت خالد بن ولید نے جوابی کارروائی کرنے کی اپنے مجاہدین کو اجازت دی۔چشم زدن میں کفار کے پندرہ آدمیوں کی لاشیں خاک وخون میں لوٹنے لگیں۔اس جھڑپ میں مسلمانوں کے صرف دو آدمی شہید ہوئے۔(ضیاء النبی ﷺ، ج ۴، ص ۴۳۹)

☆☆☆

☆نوری اکیڈمی، مالیگاؤں، مہاراشٹر

نقوش رفتگاں

حضرت امام غزالی کا معیارِ عالم دین اور مجاہد ملت

ڈاکٹر محمد ممتاز عالم رضوی★

۴۵۰ھ میں جنم لینے والی عظیم شخصیت کا نام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔انہوں نے عمر کا بیشتر حصہ تحصیل علم میں گزارامگر جب حصول علم سے ان کی زندگی مطمئن نہیں ہوئی تو راہ سلوک پر چلنے لگے۔اسی عالم میں آپ نے انسانی اخلاق واعمال پر مشتمل ''احیاء العلوم'' جیسی نادر کتاب ہی تصنیف کی جس کے بارے میں تجزیہ نگاروں کی رائے ہے کہ یہ کتاب ایک بہترین استاذ اور مرشد کی حیثیت رکھتی ہے۔اصلاح کا طالب جب اس کا مطالعہ کرتا ہے تو خود اس کے عیوب اس پر منکشف ہوتے چلے جاتے ہیں اور اخلاقی گوہر سے مالا مال آدمی جب اس کا مطالعہ کرتا ہے تو تکبر، ریا جیسی مہلک اخلاقی بیماری سے محفوظ رہتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت علم ہے جس کی بے شمار انواع واقسام ہیں۔مسلم معاشرہ میں جس علم کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، وہ دینی وشرعی علوم ہیں جس کی تکمیل کرنے والا عالم دین اور فاضل علوم اسلامی کہلاتا ہے۔قرآن کریم اور حدیث پاک میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے مگر ہر درس نظامی کی تکمیل کرنے والا اِس فضیلت کا اہل ہو، ضروری نہیں اور یہ بات شروع سے علمائے دین اور خود شارع علیہ السلام کے پیش نظر رہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ حدیث پاک اور مستند دینی کتابوں میں علما کی فضیلت اور فضیحت دونوں پر تفصیلی بحث موجود ہے اور علما ''علمائے آخرت'' اور ''علمائے سو'' میں منقسم ہیں۔ فضیلت کا سہرا علمائے آخرت کے لئے ہے اور عذاب الیم کی بشارت علمائے سو کے لئے ہے۔

علم جس طرح فضیلت کا ذریعہ ہے اگر تائید الٰہی شامل حال نہ ہو تو یہ بڑی مہلک چیز ہے۔اس موضوع پر امام غزالی نے شرح وبسط کے ساتھ گفتگو فرمائی ہے اور انہوں نے کھرا، کھوٹا کا معیار قائم کیا ہے اور اس کی علامت بتائی ہے۔''احیاء العلوم'' قرآن وحدیث کے درجے کی کتاب نہیں اور نہیں ہوسکتی ہے لیکن قرآن وحدیث کے مطالعے وحوالے سے انہوں نے جو باتیں لکھی ہیں وہ یقیناً قابل عمل ہیں۔عالم آخرت یا علمائے حق کی جو علامت انہوں نے تحریر فرمائی ہیں اس پر کھرا اترنے والا ضرور عالم آخرت ہے۔اگر چہ ہمارا یہ کام نہیں کہ کسی مستند شخصیت کو پرکھیں، ہمارا کام تو استفادہ کرنا ہے اور فیضان حاصل کرنا ہے لیکن کسی کو شبہ ہو تو اطمینان ہوسکتا ہے۔

امام غزالی نے جس گہرائی اور گیرائی سے اس موضوع پر بحث کی ہیں اُسے علما کو نہ صرف پیش نظر رکھنے کی بلکہ حرز جان بنانے کی ضرورت ہے جن ہوشیار علما نے ان نصیحتوں کا خیال رکھا ہے، وہ اپنے اقران پر فائق ، عمل میں طاق اور شیطان کے فریب سے محفوظ رہے ہیں۔انہی علمائے دین میں ایک عالم دین مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قادری عباسی علیہ الرحمہ ہیں۔

آپ صوبہ اڑیسہ کے ضلع بھدرک کے ایک گاؤں دھام نگر میں پیدا ہوئے ، الٰہ آباد، اجمیر شریف اور بریلی سے علمی تشنگی بجھائی۔اس دور کے نصاب کے مطابق تعلیم حاصل کی اور مروجہ طریقے سے فراغت حاصل کی۔ان کی زندگی کا قابل توجہ پہلو یہ ہے کہ کتابوں تک محدود رہنے کی بجائے وہ کتابوں کے علم کو عمل کے سانچے میں ڈھالنے میں مصروف ہوگئے۔ان کی زندگی گونا گوں خصوصیات کی حامل تھی۔اس مضمون میں ان کی علمی اور استاذی حیثیت اور امام غزالی کے معیار میں مطابقت دِکھانے کی کوشش کی جائے گی۔

امام غزالی نے عالم ربانی کی مندرجہ ذیل پہچان بتائی ہے:

(۱) اپنے علم کی وجہ سے دنیا طلب نہ کرے۔(۱)

مجاہد ملت کا عمل: علما کی آمدنی کے ذرائع میں مسجد ومدرسہ سے وابستگی کی صورت میں ملنے والا مشاہرہ ہے۔علمائے متقدمین نے قرآن کریم کی تعلیم اور دیگر اسلامی معلومات متاثر نہ ہوں اس لئے اُس کی اجرت کو جائز قرار دیا ہے۔مجاہد ملت نے بھی فراغت کے بعد چند مدرسوں میں تدریسی خدمات انجام دی اور صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز رہے مگر اُن کے مشاہرہ سے متعلق مولانا مجاہد حسین حبیبی نے لکھا

ہے ’’درس وتدریس کا یہ سلسلہ خالصا لوجہ اللہ الکریم تھا۔تعلیم دینے کے عوض معاضہ لینا تو درکنار،مجاہد ملت خود مدرسہ کو چندہ دیتے رہے بلکہ بیک وقت درجنوں غریب ونادار طلبہ کی کفالت بھی فرماتے رہے۔

(۲)دوسرا ذریعہ نذرونیاز ہے جو کہ عمومی طور پر جلسے جلوس اور میلاد وفاتحہ سے حاصل ہوتا ہے۔مجاہد ملت پیسہ کا مطالبہ کیے بغیر اُن محافل میں شرکت کرتے اور اگر کوئی پیشگی کرایہ کی رقم دیتا تو واجبی خرچ سے بچی رقم واپس فرمادیتے۔عالم اگر شیخ طریقت ہو تو حلقۂ ارادت کا نذرانہ بھی آمدنی کا ذریعہ ہے۔بلاشبہ ہدیہ لینا اور دینا سنت وثواب ہے مگر جب اس کا طمع پیدا ہو جائے تو بجائے ثواب کے ذریعہ عذاب ہے۔ حضرت محبوب الٰہی ایسے شخص کو خلافت نہیں دیتے جو مرید کے مال پر طمع کرنے والا اور لالچی ہو۔(۳)حضرت مجاہد ملت کے بارے میں مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ انہوں نے کبھی کسی سے منفعت کی امید نہیں رکھی۔(۴)

(۲)بقول غزالی علمائے آخرت کی ایک خاصیت خوف الٰہی ہے۔(۵)مجاہد ملت کی زندگی انواع واقسام کی خوبیوں کا مجموعہ تھی۔ سیاسی،سماجی،علمی،عملی،فکری،تدریسی اور تنظیمی اوصاف سے مملو تھی مگر اُن کی زندگی کا طرۂ امتیاز خوف الٰہی تھا اور اس خوف نے انہیں دنیا سے بے خوف کر دیا تھا اور اس کی جلوہ آرائی کے ناظر ومعترف جملہ معاصرین تھے۔مولانا عبد القادر بدایونی نے کہا ہے کہ ہمارے اور مولانا حبیب الرحمٰن میں یہ فرق ہے کہ ہم لوگ سب سے ڈرتے ہیں،خدا سے نہیں ڈرتے اور مولانا حبیب الرحمٰن کسی سے نہیں ڈرتے،خدا سے ڈرتے ہیں۔‘‘(۶)

حضرت سرکار کلاں علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ وہ علم وفضل اور تقویٰ کے ایک ممتاز مقام پر فائز تھے۔(۷)ان کے ممتاز ہم عصر اور تاج الشریعہ کے والد گرامی حضرت مولانا ابراہیم رضا خان بریلوی مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ نے بھی ان کے تقویٰ شعاری میں لاثانی ہونے کا اعتراف کیا ہے۔اب یہ بات قابل حیرت نہیں رہتی کہ وہ جابر وقت سے کیوں کر ٹکرائے گئے؟ حکومت کی مسلم کش پالیسی کو بے لاگ طریقے سے اجاگر کرنے کی جرأت کیسے کی؟ جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھی مومنانہ اوصاف کی پابندی کیسے کی؟ ملک سے باہر سعودیہ کی سرزمین پر اقتدائے وہابیت سے نہ صرف انکار بلکہ اپنے منکر ہونے کا برملا اظہار کیوں کر کیا؟ یہ مجاہدانہ کارنامے اس لئے وہ انجام دے سکے کہ ان پر خوف خدا کے علاوہ کوئی خوف نہیں تھا۔اُن کے اس جرأت کا اعتراف کرتے ہوئے سابق وزیر اعلیٰ اڑیسہ ہری کرشن،مہتاب نے کہا تھا:

’’اگر ہندوستان کے مسلمانوں میں کوئی مرد ہے تو وہ ہے مولانا حبیب الرحمٰن اور مجاہد ملت نے خوف خدا کی برکتوں کا اتنا مشاہدہ زندگی میں کیا تھا کہ ان کی زبان زد باتوں میں سے ہے: جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا نہیں ہزاروں سے ڈرتا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ کسی سے نہیں ڈرتا۔‘‘

(۳)بقول امام غزالی عالم آخرت فتویٰ دینے میں جلد بازی نہ کرے بلکہ جب تک بچے رہنے کی سبیل معلوم ہو تب تک توقف اور احتراز ہی کرے۔(۸)علمائے معتقدین کا اِس پر سختی سے عمل رہا ہے۔ حضرت امام اعظم نے قاضی کا عہدہ لینے سے معذرت ظاہر کی۔شاید اُن کے پیش نظر یہی بات رہی ہو۔بلاشبہ فتویٰ دینا بنیت اصلاح ورہنمائی کارِ ثواب ہے مگر گزشتہ دو دہائی سے فتویٰ کی وجہ سے ہمارے مسلکی اتحاد کو جو نقصان پہنچا ہے وہ نا قابل تلافی ہے اور حد تو یہ ہے کہ جس ملت کی بڑی آبادی اسلام کی بنیاد باتیں نہیں جانتی،وہ اختلافات سے دور رہنے والے سنجیدہ علما سے زیادہ اُن اختلافات کو جانتی ہے۔کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم اپنے فتاویٰ کی تائید میں ظاہری طور پر ماٰخذ فقہ اور باطنی طور پر عقیدت مندوں کا استعمال کر رہے ہیں۔خدا کرے مواصلاتی ذرائع کی فراوانی کے دور میں ہمارے یہ اختلافات رحمت کی حد میں رہیں۔

حضرت مجاہد ملت نے اپنے لئے جس میدان زندگی کو اختیار کیا تھا اُس کے لئے تدریسی ذمہ داری ہی بوجھ تھی چہ جائے کہ فتویٰ نویسی۔ میرے خیال سے امام غزالی نے جو بات کہی ہے اس کا منشا ہو کہ اپنے بڑوں اور ہم عصروں میں لائق وفائق کی رائے کا ہی انتظار کیا جائے۔ ایک مرتبہ ’’جماعت اسلامی‘‘ پر پابندی لگی تو ’’تحریک خاکساران حق‘‘ کے مستقبل کو خطرے سے محفوظ کرنے کے لئے آپ نے مظاہرہ کی تائید کی اور مولانا وارث جمال قادری سے کہا ’’سنا ہے کہ تم لکھنا جانتے ہو تو ایسا کرو کہ ایک خط آل انڈیا تبلیغ سیرت کی طرف سے وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کے نام اِس مفہوم کا اپنے طور پر لکھ کر ابھی ابھی لاؤ۔‘‘(۹)

حیرت ہوتی ہے شرائط مناظرہ لکھواتے وقت فریق مخاصم کو حیران وپریشان کرنے والی شخصیت کیا خط نہیں لکھ سکتی تھی،ہاں ضرور لکھ سکتی تھی مگر تحریری کاوش کرنے والے کو حوصلہ کیسے ملتا؟ آج پیروں کو یہ فکر ستائے جا رہی ہے کہ لوگ ہم سے مرید کیسے ہوں؟ خدا جانے

مطلوب کب سے طالب کی منزل میں آ گئے؟ ملی انتشار میں کہیں نہ کہیں یہ جذبہ بھی اہم رول ادا کر رہا ہے۔خدا کرے کہ مطلوب مطلوب اور طالب طالب ہی رہے۔مجاہد ملت کو کئی سلاسل سے اجازت وخلافت حاصل تھی اور بڑے بڑے علما اُن سے مرید بھی تھے مگر حال کیا تھا، مولانا عاصم اعظمی لکھتے ہیں ''میں نے ایک دوست کے معرفت مرید ہونے کی خواہش کا اظہار کیا تو فرمایا'' میاں! بڑے بڑے پیر موجود ہیں اُن سے مرید ہوجانا۔''(۱۰) ایک اور صاحب سے آپ نے یہی کہا تھا کہ ''کسی پیر سے مرید ہوجاؤ میں ایک مولوی ہوں اِس کے سوا کچھ نہیں۔''(۱۱)

بڑی شخصیت خطیبانہ جوہر کی حامل ہو یا نہیں، عوام اور علما کی خواہش ہوتی ہے کہ اگر حضرت والا ناصحانہ کلمات ارشاد فرمادیں تو زہے نصیب، مجاہد ملت ان موقعوں سے کس خوش اسلوبی سے گزرتے، اُس کی منظر کشی کرتے ہوئے مفتی عبد الواجد قادری نے لکھا ہے ''تبلیغی دوروں میں جب علمائے کرام کا اصرار ہوتا کہ حضور اپنے کلمات طیبات سے نوازیں تو آپ نہایت سادگی کے ساتھ جواب دیتے'' بھئی میں مقرر نہیں ہوں۔تقریر میں تو نظامی میرا دادا ہے۔تقریر سننی ہے تو اُنہی سے سنو!(۱۲)

(۴)امام غزالی نے لکھا ہے کہ عالم آخرت کی علامت سکوت ہے۔(۱۳) بلاضرورت ہرگز کوئی بات نہ کرے۔مجاہد ملت سنت نبوی کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔وہ بلاضرورت نہیں بولتے اور جو کچھ بولتے موقع محل کے مطابق ہوتا تھا۔

(۵)امام غزالی نے فرمایا ہے کہ علم باطن اور دل کی نگرانی اور طریق آخرت کے پہچاننے اور اس پر چلنے کا زیادہ اہتمام رکھے۔(۱۴) علم ظاہر کے ساتھ علم باطن یا علم کے ساتھ عمل نہ ہو تو نفع بخش نہیں ہوتا اور محض زاہدانہ زندگی جس میں ملک اور مخلوق خدا کی فلاح و بہبود کی فکر نہ ہو، بیکار ہے۔بلا شبہ مجاہد ملت علم باطن کے باعمل عالم تھے مگر اُن کی زندگی خشک زاہدانہ زندگی نہیں تھی بلکہ زاہدوں کو پیغام دیتی تھی، نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری۔انہیں تزکیہ وسلوک سے کتنا لگاؤ تھا، اجمیر مقدس میں مولانا عبد الحق علیہ الرحمہ سے ہوئی گفتگو کے بارے میں مولانا عاصم اعظمی کا بیان ہے کہ دونوں بزرگ تصوف وسلوک سے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ناچیز سنتا زیادہ تھا، سمجھتا کم تھا، یہ اسرار اور رموز اور معرفت کی باتیں تھیں، اس کج فہم کے پلے کیا پڑتی۔(۱۵)

مفسر اعظم علیہ الرحمہ نے راہ سلوک میں ان کے مرتبہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا ہے: خلوص اور خشیت ومعرفت میں اس وقت ملک کے اندر اُن کا کوئی ثانی نہیں۔اگر میری زبان میں گویائی ہوتی تو میں لوگوں کو بتاتا کہ وہ صرف مجاہد ملت ہی نہیں اپنے دور کے قطب الارشاد ہیں۔(۱۶) ایک مرتبہ جب سلوکی قبض میں مبتلا ہوئے اور کئی اہم شخصیتوں اور مزارات کی حاضری کے باوجود بسط میں نہ آئے تو حضرت مفسر اعظم نے اپنی ٹوپی ان کے قدموں پر رکھ دی جس سے افاقہ ہوا۔

(۶)امام غزالی نے فرمایا ہے کہ یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں مجھ پر مطلع ہے اور میرے دل کے وسوسوں، خفیہ خطروں اور فکروں کو دیکھتا ہے۔(۱۷) مجاہد ملت کو اِس معیار پر پرکھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ بڑے بڑے امیر وافسر کے یہاں وہی لباس پہن کر جاتے جو لباس عبادت الٰہی کے لیے استعمال کرتے۔ان کی عادت نہیں تھی کہ کلاہ کج میں نئے خم اٹھا لئے جائیں۔ایک مرتبہ جج کے یہاں جاتے وقت لوگوں نے لباس تبدیل کرنے کی فرمائش کی تو کہا: حبیب الرحمٰن جو لباس پہن کر خدا کی بارگاہ میں جاتا ہے، اس کے علاوہ دوسرا لباس تبدیل نہیں کرے گا۔

(۷)امام غزالی نے فرمایا کہ غمگین ہو کر انکساری سے سر جھکائے خاموش رہے۔صورت اور لباس، سیرت وحرکت، سکون اور گفتار اور خاموشی سب میں خوف کا اثر ظاہر ہو۔(۱۸) مجاہد ملت کی زندگی کا جو نقشہ خوف الٰہی کے زیر اثر تیار ہوا تھا اُس کی تصویر کشی کرتے ہوئے مفتی عبد الواجد مصباحی لکھتے ہیں: درویشانہ ملبوسات، اندازِ گفتگو، پر وقار نشست وبرخاست اور ان کے حضور متبحر علمائے کرام اور اساتذۂ عظام کا عجز واحترام دیکھ کر میں گرویدہ ہوتا چلا گیا۔(۱۹)

(۸)اپنے علوم میں اعتماد اپنی بصیرت اور دل کی صفائی کے ادراک پر کرتے ہیں۔(۲۰) اس کا مقصد یہ ہے کہ دل میں علم نافع کی اہمیت سمجھ میں آ جائے۔مجاہد ملت نے اپنے علوم کو نافع بنانے کی سعی ساری عمر کی اور زندگی ایسی پاکیزہ گزاری کہ کہیں سے ان کی چندری پر کوئی داغ نہیں دیکھا گیا۔

(۹)امام غزالی نے فرمایا کہ بدعات اور نو ایجادات امور سے بچے اگر چہ اس پر تمام عوام نے اتفاق کر لیا ہو۔(۲۱) آج عمومی طور پر

اس بات کی کوشش کی جارہی ہے کہ عوام الناس کی طرح علما بھی نئی ایجادات سے محروم نہ رہیں۔ بلا شبہ جائز چیزوں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں مگر ذرا سی منفعت اور کثیر مضرت پر مشتمل چیزوں کے استعمال میں خود علماء کا دینی و اخلاقی خسارہ ہے۔ مجاہد ملت کے عہد میں کار اور موٹر سائیکل نئی ایجادات تھی مگر آپ نے سائیکل کی پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کو ترجیح دیا ہے اور کبھی ان چیزوں کی خواہش نہیں کی۔

ان کی عالمانہ جلوہ سامانیوں کے بعد اب آیئے دیکھتے ہیں کہ انہوں نے ''حق استادی'' کو کس خوش اسلوبی سے ادا کیا ہے۔ ایک ذمہ دار استاذ کی علامت و معیار قائم کرتے ہوئے امام غزالی لکھتے ہیں:

(۱) شاگردوں پر شفقت کرے اور انہیں اپنے بیٹوں کے برابر جانیں۔ انسانی معاشرہ میں استاذ و معلم کا بڑا اونچا مقام ہے، وہ مستقبل کی آبادی کا معمار ہوتا ہے مگر عصر حاضر میں جو خامیاں معلم اور متعلم کے اندر پیدا ہوگئی ہیں، وہ محتاج بیان نہیں۔ مجاہد ملت اس کی پوری رعایت فرماتے۔ اگر چہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد سے محروم رکھا تھا مگر وہ جملہ طلبہ پر باپ کی سی شفقت فرماتے۔ جامعہ نعیمیہ کے ایام تدریس میں عبد الرب نامی ایک طالب علم تھا، وہ حضرت سے بہت مانوس تھا۔ مجاہد ملت بھی ان پر شفقت فرماتے اور ان کی کفالت بھی فرماتے۔ ایک غم والم کی تصویر بنی عورت ان سے ملنے آئی، آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ عبد الرب نے جواب دیا کہ یہ میری بیوہ ماں ہے، خاندان کے لوگوں نے گھر سے نکال دیا ہے۔ مجاہد ملت نے کہا کہ میں تمہارے گھر آؤں گا اور جب محلہ میں پہنچے تو امیروں نے اپنے یہاں قیام کرنے کی فرمائش کی۔ مجاہد ملت نے کہا کہ میں آج اس بیوی کا مہمان ہوں اور آپ نے انہیں خاندان والوں سے انصاف دلایا۔

(۲) امام غزالی نے فرمایا: معلم کو چاہیے کہ علم سکھانے پر کوئی صلہ طلب نہ کرے اور نہ شکریہ کا خواہش ہو۔ لوجہ اللہ علم پڑھائے۔ مجاہد ملت کی تدریسی زندگی کے بارے میں مولانا مجاہد حسین حبیبی لکھتے ہیں: درس و تدریس کا یہ صلہ خالصا لوجہ اللہ الکریم تھا۔ تعلیم دینے کے عوض معاوضہ لینا تو درکنار مجاہد ملت خود مدرسہ کو چندہ چندہ دیتے رہے بلکہ بیک وقت درجنوں غریب و نادار بچوں کی کفالت بھی فرماتے تھے۔ (۲۲)

(۳) امام غزالی نے فرمایا: شاگردوں کی نصیحت میں کوئی کسر نہ چھوڑے۔ آج طلبہ کی ذہنی ارتقا کی راہ کا روڑا حاشیہ اور شروحات کا مطالعہ ہے۔ اس کی وجہ سے امتحان پاس کرنا تو آسان ہوگیا ہے مگر فن پر کامل عبور نہیں ہو پاتا۔ حضرت نظامی صاحب علیہ الرحمہ کہتے ہیں: حضرت طلبہ کو حاشیہ دیکھنے سے منع فرماتے اور کہتے کہ حاشیہ دیکھنے سے ذہن کند ہوجاتا ہے۔ جہاں تک ہوسکے اصل متن کو حل کرنے کی کوشش کیجئے۔

(۴) امام غزالی نے فرمایا: شاگرد کی فہم کی رعایت کرے۔ مجاہد ملت طلبہ کی فہم کی کیسی رعایت کرتے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ مجاہد ملت چہروں کو دیکھ کر اُس کی ذہانت کا اندازہ کرلیا کرتے اور یہ بھی معلوم کر لیتے کہ کون میری بات سمجھا ہے اور کون نہیں سمجھا۔ ان کے ایک شاگرد کا بیان ہے کہ میں امتناع کذب باری کے مسئلہ کو سمجھنا چاہتا تھا۔ مجاہد ملت سے رجوع کیا، مجاہد ملت نے ایسا سمجھایا کہ تردد کا شائبہ نہ رہا۔

(۵) امام غزالی نے فرمایا: جس علم کو پڑھاتا ہو اُس کے علاوہ دوسرے علوم کی برائی دل میں نہ ڈالیں۔ (۲۳) یہ معاملہ عمومی طور پر اُس وقت ہوتا ہے جب استاذ کسی فن میں ناقص ہوتا ہے اور کسی میں کامل۔ جس میں وہ کامل ہوتا ہے، اس کے علاوہ دوسرے فنون کو ناقص سمجھتا ہے۔ فلسفہ پڑھانے والا عربی ادب پڑھانے والے کے بارے میں کہتا ہے وہاں **هذا جمل وذلك كلب** کے سوا کیا ہے؟ تفسیر و حدیث کا ماہر فقہ کے استاذ کے بارے میں کہتا ہے کہ وہاں حیض و نفاس کے علاوہ کیا ہے؟ مجاہد ملت منطق و فلسفہ کے امام تھے اور اسی فن میں مشہور تھے مگر کبھی دوسرے فن کی برائی نہیں کی، ہاں ایک طالب علم جو بعد میں شمس العلماء کے لقب سے مشہور ہوئے، نے صرف فلسفہ پڑھنے کی بات کہی تھی اور آپ نے رضا مندی بھی ظاہر کردی مگر جب ''ہدایہ'' کا درس پڑھانے والے مدرس کی عدم موجودگی میں درس دیا تو وہ معافی مانگنے لگے کہ حضرت مجھ سے غلطی ہوگئی تھی، اب میں جملہ علوم آپ ہی سے پڑھوں گا۔

(۶) امام غزالی نے فرمایا: اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہو۔ مجاہد ملت کی عملی زندگی کے بارے میں مولانا یٰسین اختر مصباحی نے لکھا ہے: سعی متواصل اور اضطراب مسلسل کا نام مجاہد ملت ہے۔ (۲۴) پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی نے لکھا ہے: سنت کی پاسداری مجھے صحیح معنوں میں حضرت مجاہد ملت کے یہاں دیکھنے کو ملی۔ (۲۵)

قارئین نے مندرجہ بالا سطور میں تفصیلاً مشاہدہ کرلیا کہ حضرت امام غزالی نے عالم و استاذ کا جو معیار قائم فرمایا ہے، مجاہد ملت اُس پر

پورے اترتے تھے۔آج ہر عالم دین اور ہر معلم کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ وہ مجاہد ملت کی زندگی کو اپنائے تا کہ تیزی سے تعلیم کو تجارت بننے سے روکا جاسکے اور علما اُن کی زندگی کو اپنائیں تا کہ علم نافع کی حقیقی لذتوں سے بہرہ آور ہوسکیں اور ٹوٹتے بکھرتے معاشرہ کو سہارا مل سکے۔اس لئے حدیث میں کہا گیا کہ امرا،علما سدھر جائیں تو پورا سماج سدھر سکتا ہے۔امرا کو بھی چاہیے کہ مجاہد ملت کے انفاق فی سبیل اللہ کے عمل کو پیش نظر رکھیں۔

حواشی وحوالے:

(۱) احیاء العلوم جلد اول اردو ص ۱۳۶، ایم اے انصاری پرنٹر دہلی ۱۹۹۹ء

(۲) تبلیغ سیرت کا مجاہد ملت نمبر ص ۳۸، کولکاتہ مئی ۲۰۰۷ء

(۳) تذکرہ مشائخ عظام، ص ۲۷۶، مبارک پور

(۴) تبلیغ سیرت کا مجاہد ملت نمبر ص ۲۷۶، کولکاتہ مئی ۲۰۰۷ء

(۵) احیاء العلوم، ج اول اردو، ص ۱۵۶، ایم اے انصاری پرنٹر دہلی ۱۹۹۹ء

(۶) تبلیغ سیرت کا مجاہد ملت نمبر ص ۱۷۷، کولکاتہ مئی ۲۰۰۷ء

(۷) تبلیغ سیرت کا مجاہد ملت نمبر ص ۱۷۵، کولکاتہ مئی ۲۰۰۷ء

(۸) احیاء العلوم، ج اول اردو ص ۱۶۱، ایم اے انصاری پرنٹر دہلی ۱۹۹۹ء

(۹) تبلیغ سیرت کا مجاہد ملت نمبر ص ۱۴۲، کولکاتہ مئی ۲۰۰۷ء

(۱۰) تبلیغ سیرت کا مجاہد ملت نمبر ص ۱۵۸، کولکاتہ مئی ۲۰۰۷ء

(۱۱) تبلیغ سیرت کا مجاہد ملت نمبر ص ۱۲۹، کولکاتہ مئی ۲۰۰۷ء

(۱۲) تبلیغ سیرت کا مجاہد ملت نمبر ص ۱۷۳، کولکاتہ مئی ۲۰۰۷ء

(۱۳) احیاء العلوم، ج اول، اردو ص ۱۶۶، ایم اے انصاری پرنٹر دہلی ۱۹۹۹ء

(۱۴) احیاء العلوم، ج اول، اردو، ص ۱۶۷، ایم اے انصاری پرنٹر دہلی ۱۹۹۹ء

(۱۵) تبلیغ سیرت کا مجاہد ملت نمبر ص ۱۵۸، کولکاتہ مئی ۲۰۰۷ء

(۱۶) تبلیغ سیرت کا مجاہد ملت نمبر ص ۱۷۳، کولکاتہ مئی ۲۰۰۷ء

(۱۷) احیاء العلوم، ج اول اردو ص ۱۷۵، ایم اے انصاری پرنٹر دہلی ۱۹۹۹ء

(۱۸) احیاء العلوم، ج اول اردو ص ۱۷۶، ایم اے انصاری پرنٹر دہلی ۱۹۹۹ء

(۱۹) تبلیغ سیرت کا مجاہد ملت نمبر ص ۱۶۷، کولکاتہ مئی ۲۰۰۷ء

(۲۰) احیاء العلوم، ج اول اردو ص ۱۸۵، ایم اے انصاری پرنٹر دہلی ۱۹۹۹ء

(۲۱) احیاء العلوم، ج اول اردو ص ۱۸۵، ایم اے انصاری پرنٹر دہلی ۱۹۹۹ء

(۲۲) تبلیغ سیرت کا مجاہد ملت نمبر ص ۱۲۹، کولکاتہ مئی ۲۰۰۷ء

(۲۳) احیاء العلوم، ج اول اردو، ص ۱۲۹، ایم اے انصاری پرنٹر دہلی ۱۹۹۹ء

(۲۴) تبلیغ سیرت کا مجاہد ملت نمبر ص ۱۶۰، کولکاتہ مئی ۲۰۰۷ء

(۲۵) تبلیغ سیرت کا مجاہد ملت نمبر ص ۱۳۳، کولکاتہ مئی ۲۰۰۷ء

☆☆☆

☆ شعبۂ تدریس وتصنیف ادارہ شرعیہ، سلطان گنج، پٹنہ (بہار)

9350365055

حضرت مولانا اقبال احمد نقشبندی طاب اللہ ثراہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ،حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ کشی نگر کے معروف عالم دین حضرت مولانا اقبال احمد نقشبندی ساکن کردہ، تیواری ٹولہ ،کھڈا بازار ضلع کشی نگر (اتر پردیش) کل ۲۳ ذوالحجہ ۱۴۴۲ھ، ۳، اگست ۲۰۲۱ء سہ کی شام وصال کر گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ ما اخذ واعطی وکل شئ عندہ الی اجل مسمی۔ مولانا بڑے نیک، پرہیزگار پابند صوم وصلوٰۃ، خوش اخلاق، ملنسار اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔۱۹۸۲ء سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا اور ۲۰۱۶ء میں قانونی طور پر ریٹائرڈ ہو گئے۔۱۹۸۲ء میں کشی نگر کے مشہور علاقہ شہر کسیا کے ایک مکتب انجمن اسلامیہ پڈرونہ میں درس وتدریس سے منسلک ہوئے پھر بڑی محنت ومشقت اور سعی پیہم کے سے اس مکتب کو دار العلوم کی شکل دی۔۱۹۹۶ء میں قانونی اعتبار سے اس ادارے کے صدر المدرسین منتخب ہوئے اور بیس سال تک اس عہدے پر فائز رہے۔مولانا مرحوم میرے ہم ون تھے۔ان سے میرے گہرے مراسم اور خوش گوار تعلقات تھے۔جب بھی ملاقات ہوتی بڑی تکریم کرتے۔میں یہاں بطور خاص ان کی ایک اہم دینی ومذہبی خدمت کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ اضلاح کمشنری گورکھپور کے دار القضاء کے قیام کے محرک ومنصوبہ ساز تھے۔۱۹۸۶ء میں دار القضاء کے قیام کے سلسلے میں ان کی بڑی محنتیں اور کوششیں رہی ہیں۔دار القضاء کے قیام کے ساتھ ہی قاضی شریعت کی حیثیت سے اس علاقے کے تقریباً تمام علمائے کرام نے بیک زبان اتفاق رائے سے اِس بے مایہ کا انتخاب فرمایا۔اُس وقت سے اب تک یہ بے مایہ اُس دار القضاء کی ذمہ داریاں ادا کر رہا ہے۔فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔کشی نگر برانچ کے آس انچارج کی ذمہ داری جس عالم دین کے سپرد ہوئی تھی وہ ذات مرحوم ومغفور حضرت مولانا اقبال احمد نقشبندی کی تھی۔افسوس کہ آج حضرت، اللہ کو پیارے ہو گئے۔راقم سطور ذاتی طور پر اُن کے انتقال سے بہت افسردہ ومغموم ہے۔میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے دور صوبہ گجرات میں ہوں، اس لئے ان کے جنازے میں شرکت سے معذور ہوں۔اِنہی کلمات کے ساتھ ان کے جملہ لواحقین وپس ماندگان کے ساتھ شریک غم ہوں۔اللہ عزوجل انھیں غریق رحمت فرمائے، شمیم جنت کی راحتیں نصیب فرمائے اور ان کے صاحب زادگان، تلامذہ اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا کرے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

محمد نظام الدین رضوی، شیخ الحدیث وصدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور (نزیل حال گجرات) ۲۴، ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ ۴، اگست ۲۰۲۱ء

پس منظر

طاعون عمواس اور کورونا

انصار احمد مصباحی★

۶۴۰ء کا واقعہ ہے۔ سنہ ۱۷ھ کے آخری مہینے تھے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دور حکومت میں ملک شام، مصر اور عراق میں ایک خطرناک وبا نمودار ہوئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے، اس وبا کا زور اتنا بڑھ گیا کہ ۱۸ھ کا آغاز ہوتے ہی شہر کے شہر خالی ہوتے چلے گئے۔ اس وبا کی لپیٹ میں آکر، تین مہینوں کے اندر لاکھوں لوگ لقمہ اجل بن گئے۔ وبائی بحران اتنا شدید تھا کہ قحط سالی کی وجہ سے پرندے بلا جھجک لوگوں کے ہاتھوں میں آجاتے۔

تاریخ اسلام میں اس حادثے کو "طاعون عمواس" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے "طاعون عمواس" کو، قیامت کی پانچ بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا تھا۔

سنہ ۱۸ھ میں امیر المومنین حضرت فاروق اعظم مدینہ میں حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کو مقرر کرکے، ایک لاکھ لشکر اسلام کے ساتھ شام روانہ ہوئے۔ جب آپ اردن کے "سرغ" نامی جگہ پر پہنچے تو خبر ملی کہ شام کے مختلف علاقوں میں ایک وبا پھوٹ پڑی ہے، جو بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ لوگ کثرت سے اس کی زد میں آرہے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے مشورہ کرکے واپسی کو بہتر سمجھا۔ اس وقت حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح (رضی اللہ عنہ) شام کے امیر تھے، انھوں نے برجستہ کہا: اے عمر! کیا آپ اللہ کی قدرت سے راہ فرار اختیار کرنا چاہتے ہیں؟ یہ طنزیہ جملہ سن کر، حضرت فاروق اعظم نے جو تاریخی جملہ کہا تھا، وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے، وہ ایک جملہ اسلام کا ایسا اصول بن گیا، جو قیامت تک مسلمانوں کی رہبری کرتا رہے گا۔ آپ نے جواب دیا:

نعم! فرارٌ من قدرةِ اللہ الی قدرةِ اللہ۔ ترجمہ: ہاں! یہ فرار ہے، اللہ کی ایک قدرت سے دوسری قدرت کی طرف۔

کچھ دنوں بعد مدینہ طیبہ سے حضرت عمر فاروق کا خط آیا کہ لشکر اسلام کو لے کر نشیبی جگہ سے فلاں مقام (جو قدرے بلند اور سبز و شاداب تھا) کی طرف کوچ کیے جائیں۔ حضرت ابوعبیدہ ابن جراح نے مشورہ نہ مانا اور طاعون کو اللہ کی رحمت قرار دیا۔ آپ اس وبا میں شہید ہو گئے۔ آپ کے بعد حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) کو امیر منتخب کیا گیا۔ آپ بھی حضرت ابوعبیدہ کے موقف پر ڈٹے رہے اور آپ نے اس وبا کو اللہ کی رحمت قرار دے کر اللہ سے دعا کی کہ مولیٰ! میری اور میرے اہل و عیال کی اسی مرض میں شہادت نصیب فرما۔ تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل اور آپ کے جتنے اہل خانہ وہاں موجود تھے، سب اسی طاعون میں شہید ہوئے۔ اس وبا سے ہزاروں صحابہ کرام سمیت پچاس ہزار کے قریب مجاہدین اسلام شہید ہوئے۔

اصل میں ان جلیل القدر صحابہ کے سامنے رسول کائنات ﷺ کی وہ حدیث تھی، جس میں کہا گیا تھا کہ "طاعون میں مرنے والا شہید ہے۔" (صحیح بخاری: ۲۸۲۹) وہ اسی پر عمل پیرا ہے۔

دوسرے صحابہ کی رائے تھی کہ "فاروقی تجویز" پر عمل کیا جائے۔

ثم شار بالناس، حتٰی نزلَ الناسُ الجابیہ و رفعَ اللہُ عنِ النّاسِ الوَباءَ۔

ترجمہ: امیر لشکر نے لوگوں سے مشورہ کرکے وہاں سے "جابیہ" مقام کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اللہ نے وہ وبائی مرض دور فرما دی۔ طاعون عمواس کو عہد فاروقی کے نمایاں واقعات میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ پورا واقعہ تاریخ طبری، جلد ۴، ص ۵۶، طبقات ابن سعد، جلد ۲، ص ۸۵، کچھ اختصار کے ساتھ فتاوی رضویہ، جلد ۲۴ (رسالہ تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون) اور تاریخ اسلام کی دوسری کتابوں میں تفصیل سے موجود ہے۔

اس واقعہ میں کورونا سے متعلق ہمیں کئی سبق ملتے ہیں۔ یہاں ہمیں ایک اصول ملا کہ بیماری آنا اللہ کی تقدیر ہے تو اُس میں احتیاطی تدبیریں اختیار کرنا بھی تقدیر الٰہی ہی ہے۔ ایک صحابی رسول ﷺ نے اپنی اونٹنی، اللہ کے بھروسے یوں ہی کھلی چھوڑ دی اور نماز پڑھنے

لگے۔ آپ ﷺ نے اسے ڈانٹا اور فرمایا کہ ''پہلے اونٹنی باندھ پھر اللہ پر بھروسا کر'' دوسری چیز یہ معلوم ہوئی کہ وبائی بیماری دیکھ کر گھبرانا اور اس سے بھاگنا نہیں چاہیے بلکہ اس سے بچنے کی تدابیر، معالجہ اور احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''اللہ نے جو بھی بیماری اتاری ہے، اس کا علاج بھی ضرور نازل فرمایا ہے'' (صحیح بخاری: ۵۶۷۸)

ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ وبائیں اللہ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہیں، ان کا مزاق اڑانا، اس کی سنگینی کو نظر انداز کرنا، لا پروائی برتنا، وباؤں کے تعلق سے لطیفے اور جوکس تیار کرنا، غیر اسلامی اور غیر عاقبت اندیشانہ طریقہ ہے۔

پچھلے سال ہم نے ایک بات دیکھی تھی۔ گھر سے باہر رہنے والوں میں کافی افراتفری پھیل گئی تھی، کورونا سے ڈر کر گھروں کو جانے کی کوششوں میں کئی لوگوں کو اپنی جان گنوانی پڑی تھی۔ وبا سے ڈر کر بھاگنا یا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا، اسلام میں حرام ہے۔ جو شخص جہاں ہے وہیں پر رہے، اس وبائی بیماری کا مقابلہ کرے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ''بلا کے وقت اپنے شہروں میں تین وصفوں کے ساتھ ٹھہرے: اول صبر واستقلال، دوم تسلیم و رضا اور قضا پر طلب ثواب، سوم یہ سچا اعتقاد کہ تقدیر الٰہی کے بغیر کوئی بلا ہرگز نہیں پہنچ سکتی۔'' (فتاوی رضویہ: ۲۴/۳۰۲)

امام احمد رضا قادری نے وبا کی جگہ سے نہ بھاگنے کی ایک حکمت یہ بتائی ہے کہ ''اگر تندرست بھاگ جائیں گے، بیمار ضائع رہ جائیں گے، ان کا کوئی تیمار دار ہوگا نہ خبر گیراں پھر جو مریں گے، ان کی تجہیز و تکفین کون کرے گا؟۔'' (فتاوی رضویہ: ۲۴/۳۰۴)

جو جانا بھی چاہے، وہ کورونا سے ڈر کر نہ بھاگے بلکہ بہتر سہولت، بے روزگاری سے نجات، گھر والوں کی خدمات وغیرہ نیتوں سے سفر کرے۔

آسمانی بلائیں، بندوں کو آزمانے اور انھیں ڈرانے کے لئے نازل ہوتی ہیں۔ جب بندوں کے اندر بداعتقادیاں، بدعملیاں، رسم و رواج سے محبت، دنیا پرستی، نفسانی خواہشات، بے حیائیاں، شریعت کی ناقدری، تمسخر واستہزا، تکبر ونخوت جیسی برائیاں عام ہو جاتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ ''کورونا'' جیسا عذاب بھیجتا ہے۔ بندوں کو توبہ اور رجوع الی اللہ کی سخت ضرورت ہے۔ شفا دینے والی ذات اسی کی ہے۔ قرآن کے سورہ شعراء میں فرمایا گیا، ''اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہ (اللہ) مجھے شفا دیتا ہے۔'' (الشعراء: ۸۰) اس کے علاوہ دعاوں کی کثرت کی جائے۔ اللہ رب العزت کو بندوں کا دعا کرنا بہت پسند ہے۔ صدقہ وخیرات کے لئے دروازے کھلے رکھیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث پاک مروی ہے۔ پیارے آقا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''صدقہ ستر قسم کی مہلک بلائیں دور کر دیتا ہے۔ ان میں سے آسان بلائیں جذام اور برص ہیں۔'' (امام سیوطی) دوسری حدیث میں آیا: الصدقات بالغداة یذهبن العاهات۔ صبح صدقہ کرنا، پریشانیاں دور کر دیتا ہے۔ (جامع الاحادیث: ۴، ۴۵۴)

کورونا کی دوسری لہر نے، پہلے سے زیادہ خطرناک صورت حال پیدا کر دی ہے۔ امراض کی تیزی اور اموات کی کثرت نے رونگٹے کھڑے کر دیے ہیں۔ پہلے کچھ لوگ کہتے تھے کہ ''کورونا سے مرنے والوں کو کسی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کیا؟'' اب ہر گھنٹے، مرنے والوں کے رشتہ داروں یا قریبیوں سے تعزیت یا خبر غم کے میسیج آ رہے ہیں، اموات کی خبروں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔

و اذا مرضت فهو يشفين

☆☆☆

ماہنامہ کنز الایمان کے حروف ساز
محمد صغیر احمد مصباحی کے والد کا انتقال

رضوی کتاب گھر کے حروف ساز محمد صغیر احمد مصباحی کے والد گرامی الحاج محمد افتخار احمد خان کا طویل علالت کے بعد ۷ مئی ۲۰۲۱ء ۲۴ رمضان ۱۴۴۲ھ بروز جمعۃ الوداع صبح ۹ بجے انتقال ہو گیا۔ ان کی عمر تقریباً ۶۴ سال تھی۔ وہ ایک مہلک بیماری میں مبتلا تھے اور تقریباً ۵ / پانچ سال سے دہلی کے ایک اسپتال میں زیر علاج تھے۔ نماز جنازہ بعد نماز جمعہ گاؤں کے امام صاحب نے پڑھائی اور تدفین گاؤں کے ہی قبرستان میں عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے گناہوں کو معاف کرے، ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ پسماندگان میں تین بیٹے اور ۲ بیٹیاں ہیں۔ (ادارہ)

منظر نامہ

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے سالانہ عرس مبارک پر خصوصی پیشکش

دعوت اسلامی میں فکر رضا کی جلوہ سامانیاں

طارق انور مصباحی★

جب کسی مسلمان کے بارے میں خطرہ ہو کہ وہ صراط مستقیم سے بھٹک سکتا ہے، یا غلط راہ پر جا چکا ہو تو اس کے دل میں محبت نبوی اور عشق مصطفوی کی شمع روشن کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ وہ اپنے رسول کی طاعت اختیار کرے اور راہ حق پر مستحکم وقائم ہو جائے کیوں کہ ہر محب اپنے محبوب کی فرماں برداری کرتا ہے اور اس میں فرحت وشادمانی اور لذت روحانی محسوس کرتا ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تعصی الالہ و انت تظہر حبہ
ھذا محال فی القیاس بدیع

ترجمہ: تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہو اور اس کی محبت ظاہر کرتے ہو۔ یہ محال ہے اور عقل کے نزدیک ایک اختراعی بات ہے۔

لو کان حبك صادقا لاطعتہ
ان المحب لمن یحب مطیع

ترجمہ: اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو ضرور تم رب تعالیٰ کی فرماں برداری کرتے۔ بے شک محب اپنے محبوب کی فرماں برداری کرتا ہے۔

جب کوئی مومن حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خوب محبت کرنے لگتا ہے تو وہ ہر چیز میں یہ تلاش کرتا ہے کہ اس بارے میں ہمارے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا صحیح حکم کیا ہے؟ وہ کسی شخصیت کا منہ نہیں دیکھتا خواہ وہ شخص کتنا ہی عظیم الشان ہو بلکہ وہ حکم مصطفوی کو ہر اس مقام سے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جہاں اسے اپنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا صحیح حکم ملنے کی امید ہو۔

امام احمد رضا قادری کے عہد میں برصغیر میں اعتقادی فتنوں کا سیلاب آ چکا تھا۔ غیر مقلدیت، دیوبندیت، قادیانیت، ندویت، نیچریت ودیگر فتنے عروج پر تھے۔ امام احمد رضا قادری نے نظم ونثر ہر دو صنف کے ذریعہ قوم مسلم کو عشق مصطفوی کی جانب راغب کرنے کی کوشش کی، یہاں تک کہ بر صغیر کی فضا عشق محمدی ومحبت مصطفوی کی خوشبو سے مشکبار ہو گئی۔ جب قوم کے دلوں میں عشق مصطفوی کی قندیل روشن ہو جائے گی تو قوم کا ہر فرد در پیش امر سے متعلق پکارے گا کہ اس بارے میں ارشاد مصطفوی کیا ہے؟ حکم نبوی کیا ہے؟ شریعت محمدی کا فیصلہ کیا ہے؟

عشق کی اس منزل میں پہنچ کر کوئی عاشق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنے پیر واستاذ کو نہیں دیکھتا ہے بلکہ اپنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے صحیح حکم کو تلاش کرتا ہے خواہ احکام صحیحہ بتانے والا کوئی بھی ہو۔ استاذ و پیر ہو یا کوئی دوسرے عالم۔

امام احمد رضا قادری لوگوں کو عشق مصطفوی کی ترغیب بھی دے رہے تھے اور ارشادات نبویہ واحکام مصطفویہ سے بھی قوم مسلم کو آشنا کر رہے تھے۔ تحریک دعوت اسلامی نے بھی قوم مسلم کو عشق محمدی کی جانب لانے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حسین تصور اور اثر آفریں فکر ارکان دعوت اسلامی کو ودیعت فرمائی۔

جامعۃ المدینہ، فیضان مدینہ، مدرسۃ المدینہ، دار المدینہ، مکتبۃ المدینہ، مدنی ماحول، مدنی پھول، مدنی منا، مدنی ترکیب، قفل مدینہ وغیرہ اصطلاحات ونام ایک مومن کے قلب وذہن اور فکر ونظر کو دربار حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی جانب کشاں کشاں لے جاتے ہیں۔

تحریک دعوت اسلامی لوگوں کو امام احمد رضا قادری کی تعلیمات سے بھی آشنا کر رہی ہے اور ان کی تعلیمات پر عمل کی ترغیب بھی دے رہی ہے۔ امیر دعوت اسلامی (جزاہ اللہ تعالیٰ عنا وعن جمیع المسلمین) کو عاشق اعلیٰ حضرت بھی کہا جاتا ہے۔

تحریک دعوت اسلامی فکر رضا کی صحیح ترجمانی کر رہی ہے۔ یہ لوگ فکر رضا کے سچے مبلغین ہیں۔ ہمارے ایک قابل اعتماد لاہوری دوست نے بتایا کہ جب دعوت اسلامی کے مبلغین کو کسی امر سے متعلق کہا جائے کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو یہ لوگ کہنے لگتے ہیں کہ اس بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟ حکم شرع بتاؤ!

اگر یہ مبلغین حقیقت میں ایسا ہی کہتے ہیں تو ٹھیک اسی راہ پر گئے ہیں جس راہ پر امام احمد رضا قادری قوم مسلم کو لے جانا چاہتے تھے۔

اگر یہ مبلغین یہ کہتے کہ ہمارے امیر نے ایسا کہا یا ہمارے پیر نے ایسا کہا یا ہمارے استاذ نے ایسا کہا، اس لئے ہم نے ایسا کیا تو یہ شبہ ہوتا کہ شاید یہ لوگ دیوبندی طرز فکر کے قریب جا رہے ہیں۔ دیابنہ اپنے استاذ و پیر کی محبت میں حکم شرع سے غافل ہو گئے۔ دیابنہ نے ناموس رسالت پر اپنے پیروں اور استاذوں کی عزت وناموس کو ترجیح دی اور اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی صریح بے ادبیوں کے باوجود اپنے پیروں اور استاذوں سے جدانہ ہوئے۔

مجھے تو وہی لوگ پسند ہیں جو سنی صحیح العقیدہ ہوں اور ہر وقت مدینہ مدینہ کی صدا بلند کرتے رہیں۔ میں قوم مسلم کو اسی لئے امام احمد رضا قادری سے منسلک کرنا چاہتا ہوں کہ مسلمان ان ہی کی طرح سنی صحیح العقیدہ رہیں اور ہر وقت مدینہ مدینہ کی صدا بلند کرتے رہیں۔ اپنے روز وشب کو تصورِ مصطفوی میں مستغرق رکھیں۔

جب کوئی باطنی طور پر خود کو دربار رسالت مآب علیہ التحیۃ والثناء میں حاضر کر لیتا ہے تو اس کی نظر بھی بدل جاتی ہے اور نظریہ بھی بدل جاتا ہے۔ وہ جب اہل سنت وجماعت کے تمام طبقات یعنی حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اشعری وماتریدی، قادری، چشتی، نقشبندی وسہروردی کو دربارِ اعظم میں قبولیت سے سرفراز پاتا ہے تو طبقاتی عصبیت اس کے قلب و ذہن سے غائب ہو جاتی ہے۔

مقبول ومردود کا فرق مشکل نہیں۔ جن کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: (لا تجالسوھم ولا تواکلوھم (الحدیث) ایسے لوگ مردود بارگاہ ہیں۔ خواہ وہ مرتد ہوں یا بدمذہب۔

سوال: محض عشق نبوی سے ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ کون دربارِ رسالت میں مقبول ہے اور کون مردود؟

جواب: ہم نے متعدد مضامین میں وضاحت کر دی ہے کہ عہد حاضر کے بدمذہبوں کی تعیین وتشخیص اور ان کے شرعی احکام امام احمد رضا قادری نے بیان فرما دیئے ہیں۔ اس بارے میں ان کے فتاوی اور کتب ورسائل دیکھ لیں۔ جب کوئی خود کو دربار اعظم سے منسلک کرے گا تو اس کا باطن طاعت مصطفوی کی طرف مائل وراغب ہوگا۔ امام احمد رضا کا پتہ اسی لئے بتا رہا ہوں کہ حسب ضرورت ان سے شرعی احکام ومسائل دریافت کرلو۔ ان کی تعیین وتشخیص اس لئے کرتا ہوں کہ ماضی قریب میں ان کو ہی دربار اعظم سے شرعی احکام ومسائل کی تحقیق وتبلیغ کے واسطے مقرر کیا گیا تھا۔ مقرر کردہ خدام دین کو مجدد کہا جاتا ہے۔

دعوت اسلامی اور حسام الحرمین:

تحریک دعوت اسلامی کے ارکان ومبلغین ''حسام الحرمین'' کو اعلانیہ طور پر مانتے ہیں۔ دعوت اسلامی کے ارکان ومبلغین اعتقادی طور پر متصلب سنی ہیں۔ یہ لوگ ندوی فکر یعنی صلح کلیت کے حامی وقائل نہیں۔ صلح کلیت یہ ہے کہ ہر ایک فرقہ کو اہل حق سمجھا جائے۔ جب دعوت اسلامی حسام الحرمین کو مانتی ہے تو بدمذہبوں کو اہل حق نہیں مانتی بلکہ نگاہ شریعت میں وہ لوگ جیسے ہیں انہیں ویسا ہی مانتی ہے۔ امیر دعوت اسلامی زاد اللہ شرفہ کی کتاب ''کفریہ کلمات کے بارے میں سوال و جواب'' (مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ) ص ۸۴، ۸۵ میں حسام الحرمین کی تصدیق مرقوم ومطبوع ہے۔

مدنی چینل کا قیام: ماضی قریب میں پاکستان کے سب سے بڑے عالم اہل سنت غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی (۱۹۱۳-۱۹۸۶ء) ٹی وی کے جواز کے قائل تھے۔ یہ ٹی وی کی تصویر کو تصویر نہیں مانتے تھے۔ اس سبب سے اکثر علمائے پاکستان ٹی وی کے جواز کے قائل ہوئے۔ جمعیت علمائے پاکستان، تنظیم المدارس، تحریک تحفظ ختم نبوت اور تحریک دعوت اسلامی کے قیام میں حضرت علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کا اہم کردار رہا ہے۔

ارکان دعوت اسلامی نے علمائے پاکستان کے قول جواز کے پیش نظر ''مدنی چینل'' تشکیل دی۔ اس سے قبل ''کیو ٹی وی'' (QTV) نے دنیا بھر میں قبولیت حاصل کر لی تھی۔ یہ چینل ایک مشترکہ پلیٹ فارم تھا جس میں مختلف مذاہب کے لوگوں کے بیانات نشر ہوتے تھے۔ مدنی چینل کے مثبت نتائج ظاہر ہوئے۔ بے شمار لوگ گناہوں سے تائب ہوئے۔ بہت سے لوگ بدمذہبیت سے تائب ہوئے۔ دنیا کے دوسو ممالک میں مدنی چینل کے ذریعہ دعوت وتبلیغ کی خدمت انجام دی جارہی ہے۔

سلسلہ رضویہ کی عظیم الشان شاخ:

امیر دعوت اسلامی حضرت مولانا الیاس عطار قادری صاحب قبلہ امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز کے مرید وخلیفہ قطب مدینہ حضرت علامہ ضیاء الدین احمد مدنی قادری رضوی علیہ الرحمہ (۱۸۷۷ء-۱۹۸۱ء) کے مرید ہیں اور قطب مدینہ کے خلیفہ حضرت مولانا عبد السلام فتح پوری قادری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۹۲۵ء-۱۹۹۸ء) کے خلیفہ ہیں۔

عہد حاضر میں مولانا موصوف کے ذریعہ سلسلہ رضویہ کو ساری دنیا میں فروغ ملا ہے۔ امیر دعوت اسلامی زاد اللہ فضلہ کے مریدین کی تعداد کئی لاکھ ہے۔عصر حاضر میں ان سے جاری ہونے والا سلسلہ عطاریہ، سلسلہ رضویہ کی بہت بڑی شاخ ہے۔

تحریک دعوت اسلامی کا قیام:

تحریک دعوت اسلامی کا قیام ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء میں علمائے اہل سنت و جماعت کے مشورہ کے مطابق ہوا۔ ۲ ستمبر ۱۹۸۱ء کو حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کی رہائش گاہ پر کراچی میں ایک دعوتی تنظیم کے قیام کے لئے حضرت علامہ ارشد القادری، حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی، حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، حضرت مفتی وقار الدین رضوی علیہم الرحمۃ والرضوان نے میٹنگ کی۔ حضرت مولانا الیاس عطار قادری صاحب قبلہ کو اس دعوتی تحریک کے قیام وفروغ کے لئے منتخب کیا گیا۔ مولانا موصوف پہلے بھی دعوتی وتبلیغی خدمات انجام دیتے تھے۔ تحریک کے قیام کے بعد منظم انداز میں کام کرنے لگے۔

یہ عوام اہل سنت کی تبلیغی تحریک ہے۔ رفتہ رفتہ اس تحریک نے اپنا دائرۂ کار وسیع کرلیا۔ اس کے پاس دینی خدمات کے سو سے زائد شعبے ہیں۔ یہ تحریک مختلف قسم کی خدمات انجام دیتی ہے اور دنیا کے دوسو ممالک میں اس کی خدمات کا سلسلہ جاری ہے۔ دنیا کی کوئی غیر حکومتی تنظیم (NGO) شاید ہی اس کے مساوی ہو جب کہ یہ تحریک چالیس سال قبل ہی قائم ہوئی ہے۔ یہ ایک جدید تحریک ہے۔

بدمذہبوں کی بوکھلاہٹ:

الیاس کاندھلوی نے دیوبندی مذہب کے فروغ کے لئے ۱۹۲۶ء میں تبلیغی جماعت قائم کی۔ اس کے قیام کو ۹۵ سال ہو گئے۔ اس کا دائرۂ کار بھی وسیع ہے لیکن دعوت اسلامی کے بالمقابل اس کی کوئی خاص حیثیت نہیں۔ دعوت اسلامی کی وسعت وترقی کو دیکھ کر تمام بدمذہب فرقے بلبلا اٹھے ہیں۔ دعوت اسلامی کے خلاف ہم نے مدرسہ دیوبند کا فتوی بھی دیکھا ہے اور غیر مقلدین کی معاندانہ تحریریں بھی۔

خاص کر مدنی چینل کے ذریعہ مذہب اہل سنت کو کافی فروغ حاصل ہوا۔ لوگ بدعقیدگی سے بھی محفوظ ہوئے اور انہیں اصلاح اعمال کا بھی موقع میسر آیا۔ جو لوگ جلسوں اور محفلوں میں شریک نہیں ہوتے تھے، ان لوگوں نے مدنی چینل سے استفادہ کیا اور مذہب اہل سنت و جماعت سے وابستہ رہے۔ جو بدمذہب ہو چکے تھے یا بدمذہبیت کی جانب مائل تھے وہ صحیح العقیدہ سنی بن گئے۔ دعوت اسلامی نے دنیا بھر میں وہابی فکر کی تبلیغ واشاعت کی روک تھام کے لئے قابل تحسین اقدام کیا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اکیسویں صدی امام احمد رضا کی صدی ہوگی۔ ممالک عالم میں فکر رضا کو فروغ وعروج حاصل ہوگا اور دنیا بھر میں عشق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ترانے گونجیں گے۔

دعوت وتبلیغ کے لئے ہمارے پاس تحریک دعوت اسلامی ہے۔ مسائل شرعیہ کی تحقیق وتدقیق کے لئے برصغیر میں متعدد فقہی مجالس ہیں، مثلاً شرعی کونسل (بریلی شریف)، مجلس شرعی (مبارک پور)، مجلس تحقیقات شرعیہ (دعوت اسلامی)

ہمارے پاس بہت سی سنی خانقاہیں ہیں جو مسلک اہل سنت و جماعت کی ترویج واشاعت میں مصروف ہیں۔ مثلاً خانقاہ برکاتیہ (مارہرہ مطہرہ)، خانقاہ اشرفیہ (کچھوچھہ مقدسہ)، خانقاہ رضویہ (بریلی شریف)۔ تعلیم وتدریس کے لئے بہت سے ادارے ہیں مثلاً جامعہ منظر اسلام وجامعۃ الرضا (بریلی شریف)، جامعہ اشرفیہ (مبارک پور)، جامعہ رضویہ (لاہور) بطور مثال چند خانقاہوں اور اداروں کا ذکر کیا گیا۔ استیعاب کی گنجائش نہیں۔

فکر رضا سے وابستہ بے شمار علمائے اہل سنت ومشائخ طریقت و مفتیان شریعت عرب وعجم میں مختلف قسم کی دینی، ملی، اشاعتی، تحقیقی ودیگر خدمات میں مصروف عمل ہیں۔ ہماری تمام خانقاہیں، ادارے، تنظیمیں اور علمائے کرام ومشائخ امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز کی تعلیمات پر مستحکم وقائم ہیں۔ ان میں ربط باہم کی ضرورت ہے۔

لعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا

☆☆☆

۱۸، جون ۲۰۲۱ء، بروز جمعہ مبارکہ، بعد نماز عصر

فکر امروز

پہلی قسط

اب خدا ہی میری کشتی کو بچائے تو بچے

محمد علی قاضی مصباحی★

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اِجْتِنَابَهٗ۔ ترجمہ: اے اللہ ہم پر حق ظاہر فرما، اس کی پیروی کی توفیق دے اور ہم پر (اسی طرح) باطل کو بھی ظاہر فرما اور اُس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

بزرگو نوجوانو! ہم سب پریشان ہیں اور پریشانیوں کے اسباب خارجی بھی ہیں اور داخلی بھی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت حد تک ہمارے مصائب ومسائل کے خارجی اسباب داخلی اسباب ہی کا نتیجہ ہیں۔ سردست بغیر کسی تمہید وتفصیل کے میں صرف اُن چند داخلی اسباب پر اپنی ناقص رائے کے ساتھ ایک سرسری جائزہ آپ ارباب فکر ونظر کی خدمات میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جن اسباب کو میں سبھی خرابیوں کی اصل وبنیاد سمجھتا ہوں اور اس امید کے ساتھ آپ سے مخاطب ہوں کہ اب بھی وقت ہے کہ ہم خود کو سنبھالیں اور حالات کے رخ کو سمجھیں کیونکہ ہم سب کے رب کا فرمان جلی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ (الرعد: ۱۳، آیت ۱۱) ترجمہ! بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو خیال جس کو اپنی حالت کے بدلنے کا

قیامت کی نظر: مومن کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ خواب غفلت سے جاگے اور غفلت کی نظر سے گریز کرے اور قیامت کی نظر پیدا کرے کہ جس طرح قیامت میں انسانی نظر کسی غفلت میں نہ ہوگی اور کوئی غیب وخفا غیب وپوشیدہ نہ ہوگا۔ اسی طرح مومن دنیا میں بھی ایسا تیز نظر بن جائے کہ قبل از وقت خطرات وخدشات اور مصیبات و مشکلات کا مشاہدہ کرلے اور اُن کے انسداد وازالے کی مومنانہ سعی بلیغ کرے۔ قیامت کی نظر سے متعلق قرآن میں ہے:

لَقَدْ كُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ (ق ۵۰ آیت ۲۲) ترجمہ: بے شک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

عزائم کو سینوں میں بیدار کردے الٰہی ! نگاہ مسلم کو تلوار کر دے

کبھی، کہیں اور کسی وقت بھی ان معروضات کو اگر آپ مفید وکارآمد پائیں تو انہیں عملی شکل دینے کی کوشش فرمائیں۔ دعا کرتا ہوں کہ رب قدیر مسلمانان ہند کی اِس ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل نجات عطا کرے اور غیب سے اُن کے لئے کوئی سامانِ امن وسلامتی پیدا فرمائے۔

(1) ایمان وعمل کی کمی (Weakness in faith)

ہمارے اندر ایمان وآخرت پر یقین واعتماد کی کمی اور رسول اللہ ﷺ، صحابہ وتابعین اور اسلاف وصالحین کی حیات طیبہ سے نہ صرف بے خبری بلکہ انہیں فقط اور فقط مسجد کی چہار دیواری کی حد تک سننے کی عادت اور ان کو اُسی حد تک قابل عمل رکھنے پر اصرار نے آج ہمیں ہر سطح پر ذلیل وخوار کیا ہے۔ اگر ہمارے اندر حقیقی معنوں میں خدا کا خوف جاگ جائے، احتساب آخرت کا احساس پیدا ہوجائے اور ہم موت و حیات کو اسلام کی امانت سمجھنے لگیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ صبر آزما حالات میں بھی ہمارے عزم واستقلال کو دھکا نہ لگے گا بلکہ پیش آنے والے سبھی مصائب ومشکلات ہم کو دور ہی سے سلام کرکے گزر جائیں گے۔

ہائے گزری ہوئی شوکت میرے ایمانوں کی
گردنیں خم تھیں کلیسا کے نگہبانوں کی
اب خدا ہی میری کشتی کو بچائے تو بچے
صبح ہے یاس کی تو شام ہے طوفانوں کی

(2) تعلیم کا فقدان (Lack of Education)

تعلیم کا غیر معمولی فقدان اور اس کی اہمیت وافادیت سے بے اعتنائی امت مسلمہ کے انحطاط وزوال کی ایک اہم وجہ ہے۔ اگر ایجوکیشن

عام ہوجائے تو کوئی مسئلہ، مسئلہ ہی نہ رہے۔ نہ عوام وخواص کو بیدار کرنے کی فکر دامن گیر ہو، نہ ہی اُن میں فکری ونظری وحدت جگانے کی الجھن درپیش ہو۔ بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اسلامی تعلیم سے ہماری دوری کا یہ عالم ہے کہ ہم مبادی اسلام، دین وایمان کے بنیادی احکام اور مسائل صوم وصلوٰۃ تک سے کما حقہ ناواقف ہیں اور فکر اسلامی سے ہماری بے خبری کا حال یہ ہے کہ علوم اسلامی کو علم دین وعلم دنیا میں تقسیم کرکے مذاہب عالم کی طرح مذہب اسلام میں بھی مذہب الگ سیاست الگ، مذہب الگ کاروبار وتجارت الگ، مسجد کی امامت الگ قوموں کی امامت الگ جیسی غیر اسلامی ذہنیت کو ہم فروغ دے رہے ہیں تاکہ مذہب کی ہمہ جہت صداقت کو مسجد ومدرسے ہی میں مقفل کردیا جائے اور اُسے کاروبارِ حیات سے ہمیشہ کے لئے دور رکھا جائے۔

جدید تعلیم اور ماڈرن ایجوکیشن کی طرف ہمارے عدم رجحان کی حالت بھی کچھ کم افسوسناک نہیں کہ آج بس اسٹینڈ پر حمال، ریلوے اسٹیشن پر قلی، چوراہوں پر آٹو ڈرائیورس اور محنت ومزدوری کرنے والے عام طور پر مسلمان ہی نظر آئیں گے۔ سرکاری وغیر سرکاری دفاتر میں سی کلاس تو دور کی بات، چپراسی بھی عام طور پر مسلمان ہی آپ کو ملیں گے۔ یہی روش رہی تو آنے والے دنوں میں یہ چپراسی کی نوکری بھی ملنا دشوار ہوگا جیسا کہ تازہ ترین صورت حال ہے، اس لئے کہ چپراسی کے لئے بھی کم از کم اب SSLC (دسویں) پاس ہونا لازمی ہے اور ہمیں یہ بھی گوارا نہیں کہ ہمارے بچے کچھ نہیں تو SSLC یا PUC (دسویں جماعت اور بارہویں جماعت) پاس کرلیں۔

جی ہاں ہمارے اندر معلومات عامہ یا عام روزمرہ کی ضروریات سے متعلق جانکاری (General Knowledge or information) سے عدم دلچسپی بھی کچھ کم افسوسناک نہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ ہمارے کتنے ہی بھائی بہن صبح وشام اپنی ضرورتوں کے لئے سرکاری دفاتر کا چکر لگاتے رہتے ہیں اور وہاں اِن سے اُن سے منت سماجت کرتے دکھائی دیتے رہتے ہیں تاکہ کوئی اُن کا فارم بھردے یا درخواست نامہ لکھ دے اور درپیش حاجت کی تکمیل کے لئے متعلقہ کاؤنٹر کی طرف رہنمائی کردے یا کسی افسر کو بول بتا کر اُن کا کام کرادے۔ یہ ہے ہماری ناخواندگی، عدم جانکاری اور غفلت وجہالت Illiteracy,ill-information and (negligence & ingnoranc) کی صورت حال۔

(۳) ذرائع معاش کی طرف کامل توجہ کی ضرورت (Careful attention towards Means of Livilihood)

(الف) تجارت! تجارت کرنا فرمان الٰہی، انبیاء کی سنت اور اسلام کا پسندیدہ ذریعہ معاش ہے بلکہ ساری برکتیں تجارت ہی میں موجود ہیں مگر ہم نے تجارت کو یکسر فراموش کردیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ہر کاروبار میں غیروں کا قبضہ ہوگیا حتی کہ وہ تجارتیں جو کبھی صرف ہم سے وابستہ رہیں مثلاً چرم، اسٹیل، اسکریاپ، ریشمی صنعت اور ماربل وغیرہ ان پر بھی آج اغیار نے دھیرے دھیرے اپنا تسلط جمالیا ہے۔ کل تک کپڑے کی تجارت میں مسلم سوداگروں کی دکانیں ادھر ادھر دیکھنے میں آتی تھیں مگر آج اِس فیلڈ میں مارواڑیوں نے تو اچھے اچھوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے، نہ صرف ریٹیل بلکہ ہول سیل مارکیٹ میں بھی ان سے کوئی آج آگے نہیں جاسکتا ہے۔ کپڑوں کی بڑی بڑی فیکٹریاں بھی انہی کی لگائی ہوئی ہیں۔ کل تک مارکیٹ میں تھوڑی بہت ہماری دکانیں دکھائی دیتی تھیں اب ہم فوٹ پاتھ پر آگئے۔ فوٹ پاتھ پر چھوٹی موٹی دکان لگا کر کچھ کرنا چاہتے بھی ہیں تو پونجی پتی اور سرمایہ دار اپنے کروڑوں کی دکان اور اپنے شاپنگ کامپلیکس کے شو (Shopping Complex) کو بڑھانے یا اُسے برقرار رکھنے کی فکر میں فسادات کے ذریعہ آئے دن فوٹ پاتھ پر موجود ہماری ان دکانوں اور ٹھیلوں کو بھی جلا ڈالتے ہیں۔ جس طرح ممبئی کے بڑے بڑے بلڈرس جھوپڑ پٹی میں بسنے والے غریبوں کے ساتھ سلوک کرتے رہتے ہیں۔ غرضیکہ خارجی طور پر میدان تجارت سے تقریباً ہمارا صفایا ہوگیا ہے لیکن درحقیقت اس میدان سے ہم بھی بڑی تیزی کے ساتھ دور ونفور ہوگئے۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ اب تجارت کرنا ذرا مشکل ضرور ہے کہ آج اس فیلڈ میں زبردست کمپیٹیشن (Competition) ہورہا ہے اور تجارت بغیر پونجی کے ممکن بھی نہیں اور پونجی (Finance) کے لئے بینکوں کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑتا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ بینکوں پر سرمایہ داروں کی گرفت کافی مضبوط ہے تاہم تجارت تجارت ہے۔ کاروبار چھوٹا ہو کہ بڑا، موسمی ہو کہ دائمی اور لوازماتِ حیات کا ہو کہ لواحقاتِ حیات کا (لوازمات) اگر ہم اس جانب تھوڑی بھی توجہ دیں تو کوئی مشکل نہیں کہ بہت جلد ہماری اقتصادی حالت بہتر ہوجائے بلکہ ممکن ہے کہ ہم مارکٹنگ پر بھی اپنا اثر ورسوخ بحال کرلیں۔

ہم اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ آج دنیا میں اُن کے پاس حکومت ہے جو تاجر ہیں اور جو تاجر ہیں دراصل وہی حکومت کر رہے ہیں۔ اس لئے انفرادی طور پر ہو کہ اجتماعی طور پر دونوں سطح پر تجارت کو ہمیں فروغ دینے کی ضرورت ہے اور ملک میں مسلمانوں کے جتنے بھی چھوٹے بڑے قومی وفلاحی ادارے ہیں وہ ایسی اسکیمیں تیار کریں جس کے ذریعے حسب استطاعت اپنے علاقے کے بے روزگار نوجوانوں کو تجارت وکاروبار میں لگادیں نتیجتاً ایک طرف تو اُن کا معاش بہتر ہوگا تو دوسری طرف ان کی حیات واخلاق پر مثبت وتعمیری اثرات (Positive and Constructive impact) مرتب ہوں گے۔

(ب) صنعت وحرفت (skill & industry)

الحمدللہ مسلمان شروع ہی سے تکنیکی ذہن کے حامل رہے ہیں اور زمانہ دراز سے چند صنعتیں تو دیش میں صرف مسلمانوں کے ساتھ ہی منسلک رہی ہیں اور ایسی صنعتوں میں جوفن کاری ہے وہ آج بھی انہی کی دستکاری کی محتاج ہے۔ بھدوہی (یوپی) کی قالین سازی، کشمیر کی نقش کاری، جلگاؤں اور بھیونڈی کا ہینڈ لوم اور پاور لوم، یوپی کا سوتی کپڑا، مبارکپور اور بنارس کی ریشمی ساڑی، بھاگلپور کی چادر، علی گڑھ کا تالا، مرادآباد کے برتن، میسور کی ریشم سازی، قنوج کی عطر سازی، لکھنو کا کرتہ، نظام باد کے مٹی کے برتن، فیروز آباد کی چوڑیاں، حیدرآباد کی شیروانی و بریانی، کرناٹک کے شہر ہاویری میں بنے اِلائچی کی ہار اور چن پٹن کے کھلونے اور یوپی، بہار، ایم پی کی بیڑیاں وغیرہا مسلمانوں کی صنعت و تکنیک کی زندہ مثالیں ہیں لیکن افسوس کہ کئی دہائیوں سے مرکز اور صوبائی حکومتوں کا رجحان ہماری صنعتوں کی طرف ہمیشہ ہی سے مایوس کن اور حوصلہ شکن رہا ہے جس کی وجہ سے ہماری ان صنعتوں کے فروغ پر بہت برا اثر پڑا ہے۔

اس لئے ہماری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ ملک میں تمام مسلم صنعتوں کی ایک یونین بنے اور مرکزی اور صوبائی حکومتوں سے پرزور مطالبہ کرے کہ حکومت مذکورہ صنعتوں کو قومی وبین الاقوامی سطح پر تجارتی منڈیوں میں متعارف کرائے اور اُنہیں سرکاری بیکنگ اور بینکنگ (Govermental Backing and Banking) دونوں کی گیارنٹی دے تاکہ یہ صنعتیں مکمل فروغ پائیں اور مسلمانوں کی اقتصادی پوزیشن (Economic Condition) مضبوط ومستحکم (Strong & Stable) ہو۔

(ج) ملازمت (Employement)

آزادی کے بعد کے ابتدائی چند برسوں تک ملازمت کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو غلامی کے مترادف سمجھی جاتی تھی، نوکری کرنے والوں کا سوسائٹی میں کوئی مقام نہ تھا، اچھے اچھے لوگ ملازمت کرنا کسر شان سمجھتے تھے لیکن آج امیر وغریب، شریف وغیر شریف میں کوئی تمیز نہیں ہر شخص نوکری کرنے کے لئے تیار بیٹھا ہے حتی کہ چپراسی کی ملازمت بھی اس کے لئے باعث عار نہیں۔ پہلے صرف کم درجے اور کم پیسے والے ملازمت کرتے تھے مگر اب دیکھئے اونچے مرتبے والے بھی، روپے پیسے والے بھی ملازمت ہی میں راہ عافیت تلاش کر رہے ہیں اور تعجب کی بات یہ ہے کہ جو رقم ملازمت حاصل کرنے کے لئے بطورِ رشوت دی جارہی ہے اگر اُسی رقم کو کسی تجارت میں لگادیا جائے تو ایک کامیاب تجارت کی جاسکتی ہے۔ الغرض ملازمت فی زمانناایک انتہائی اطمینان بخش معاش کا ذریعہ سمجھی جارہی ہے اور ایک حد تک یہ صحیح بھی ہے مگر افسوس کہ اب ملازمت کے دروازے بھی تقریباً ہم پر بند ہو چکے ہیں۔ سرکاری ہو کہ نیم سرکاری یا غیر سرکاری، مرکزی ہو کہ صوبائی، عدلیہ ہو کہ منتظمہ ہو کہ فوجی، اے گریڈ ہو کہ بی گریڈ ہو کہ سی گریڈ حتی کہ چپراسی (Peon) کی نوکری ملنا بھی اب غنیمت سے کم نہیں۔ بات صاف ہے کہ عصری علوم یا ماڈرن ایجوکیشن کی طرف ہماری قطعی کوئی توجہ نہیں رہی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حکومت کے مختلف شعبوں اور وقتاً فوقتاً مذکورہ شعبوں کی جانب سے جاری شدہ نوٹس اور احکام وہدایات (Notices and Circulars) سے ہم کلی طور پر بے خبر بھی رہے اور ہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ حکومتوں سے مطالباتِ حقوق کے رائج طریقہ سے ہم غافل و منحرف رہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ ہمیں ملازمت ملے اور جب کہ یہ حقیقت ہم سے مخفی نہیں کہ ملک اور صوبوں میں ہر آنے والی حکومت مسلمانوں کے ساتھ سوتیلا برتاؤ کرتی ہے اور ان کے جائز حقوق ومطالبات کو پورا نہیں کرتی۔ اس لئے اِن حالات میں ہمیشہ ہم اپنے آپ کو اس لائق بنائے رکھیں کہ حکومت کو یا حکومت کے کسی شعبے کو ہمیں ملازمت دینے میں ہماری ناخواندگی (Illiteracy) یا ہماری کسی طرح کی تعلیمی نااہلیت (Non-Qualification) کا بہانہ ہاتھ نہ آنے پائے۔

یہ تو اچھا ہوا کہ گلف میں روزی روٹی کے دروازے قدرتاً کھل گئے اور ۱۹۷۰ء کے بعد سے مسلسل لاکھوں مسلمان جس طرح سے مسلم

ملکوں سے ہجرت کر کے وہاں ملازمت کے لئے گئے اور خوب کمایا۔اسی طرح ہندوستانی مسلمانوں نے بھی وہاں پہنچ کر کافی کچھ کمایا۔اس کا ریزلٹ یہ نکلا کہ اِن کی ہندوستان میں اجڑی بستیاں آباد ہو گئیں،ٹوٹے ہوئے خاندان پھر سے بس گئے اور بے روزگار مسلم نوجوانوں پر روزی کا دروازہ کھل گیا۔آج کی تازہ صورت حال یہ ہے کہ اب یہ بھی سلسلہ رزق وملازمت بہت جلد کمزور پڑنے والا ہے۔کئی کمپنیوں نے ہزاروں لوگوں کو گھر واپس بھیج دیا ہے اور کئی لاکھ ہندوستانی ملازموں کو نکالنے کا اندیشہ بڑھ گیا ہے۔

(4) جائداد کے تحفظ میں لاپروائی (Carelessness in safeguarding properties)!مسلم زمین دار وجاگیر دار اپنی زمین داری وجاگیرداری کے نشے میں اس قدر چور تھے کہ انہیں اپنی آراضی کے تحفظ کی کوئی فکر ہی نہ رہی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج انہیں خود اپنا گھر بسانے کے لئے ایک بالشت جگہ بھی نہ رہی۔انعام داروں نے اپنے آباء واجداد کو ملی انعامی زمینوں کو اپنی دال روٹی کا بندوبست کرنے کے لئے بیچ ڈالا۔درگاہوں کے خدام ومجاورین نے تو اور غضب ڈھایا کہ آستانوں کی اوقافی جائداد کے ساتھ اس قدر لاپرواہی برتی کہ اس پر دوسرے ناجائز قبضہ جما کر بیٹھ گئے حتی کہ خود آستانوں پر بھی اب مسلم دشمن عناصر کھلم کھلا دست درازی کر رہے ہیں اور مسلمانوں میں جو زراعت پیشہ تھے انہوں نے بھی نہ صرف زراعت چھوڑا بلکہ رہی سہی زمین بھی اوروں کے ہاتھوں فروخت کر ڈالا۔الغرض نہ ہم نے اپنی زمین کی حصار بندی کی اور نہ ہی اس کا قانونی ریکارڈ ٹھیک رکھا حتی کہ اکثر مقابر،مساجد ومدارس اور امام باڑوں اور مکانوں تک کا قانونی ریکارڈ صحیح نہیں۔اگر یہی حال رہا تو بہت ممکن ہے کہ آنے والے دنوں میں منظم ڈھنگ سے ہم خانہ بدوش کر دیے جائیں گے اور رہنے کے لئے تو کیا مسلمانوں کے مرنے کے لئے بھی جگہ نہ ملے گی۔

شہر میں چین نہ جنگل میں اماں ملتی ہے
دیکھئے قبر مسلماں کو کہاں ملتی ہے

ہندوستان کا کوئی بڑا یا چھوٹا شہر آپ بتا سکتے ہیں کہ جہاں کسی نہ کسی مسجد،قبرستان،عیدگاہ یا کسی درگاہ کی زمین کا مسئلہ فساد کی جڑ نہ بن گیا ہو؟اب تو ملک کی بین الاقوامی شہرت رکھنے والی مسجدوں اور دیش کی مشہور ومعروف درگاہوں پر بھی کفر وشرک اپنے نشانے ٹھیک کر رہا ہے اس لئے جو ہوا سو ہوا۔اب جو کچھ ہمارے پاس زمین،دوکان،مکان و جائداد کی شکل میں ہے یا آستانے،مقابر،مدارس اور مساجد ہیں یا،اور کوئی جائداد ہے پہلی فرصت میں ہم اس کا قانونی ریکارڈ ٹھیک ٹھاک کر لیں اور فوری اس کی حصار بندی کرالیں ورنہ ایوان عدل (Judiciary) میں ہمارے لئے کوئی منصف ہوگا،نہ ہی دفتر انتظامیہ (Administration) میں ہمارا کوئی خیر خواہ۔تازہ رپورٹ کے مطابق یہ سوال تیزی کے ساتھ اٹھایا جارہا ہے کہ مسلمانوں کو ہر شہر اور ہر قصبے میں اتنی بڑی بڑی جگہیں قبرستانوں کے لئے کیوں؟

ساکشی مہاراج جو بی جے پی پارٹی کے رکن پارلیمان ہیں(اناؤ اتر پردیش)نے کہا کہ بیس کروڑ مسلمانوں کو دفنانے کے لئے زمین نہیں، اس لئے مسلمانوں کو مرنے کے بعد جلا دیا جائے۔بھارت میں ڈھائی کروڑ سے زیادہ سادھو سنت ہیں ملک میں ان کی یادگاریں بنانی ہیں۔اس لئے مسلمانوں کو دفنانا نہیں،جلا دینا چاہئے۔اس سے پہلے ایک الیکشن کی ریلی میں خطاب کرتے ہوئے ملک کے وزیر اعظم مودی جی نے کہا تھا کہ اگر مسلمانوں کے لئے قبرستان بنتا ہے تو شمشان بھی بننا چاہیے،اگر رمضان میں بجلی ملتی ہے تو دیوالی کے لئے بھی پوری بجلی ملنی چاہیے۔(اداریہ روزنامہ سالار بنگلور ۳ مارچ ۲۰۱۷)

اِس کے بعد اب اور کیا کیا گل کھلائے جائیں گے اور مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لئے کون کون سے ایشوز،ارباب حکومت اور ملت و اقلیت مخالف عناصر کے دماغوں میں زیر سازش ہیں اِس کا صحیح اندازہ لگانا مسلم اربابِ سیاست کی سوچ سے باہر ہے۔

اوقافی جائداد(The wakf property)

ملک کی مختلف ریاستوں میں مجموعی طور پر بہت سے وقف جائدادیں ہیں۔سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں رجسٹرڈ مسلم اوقاف ۴ء۹ لاکھ سے زائد ہیں جن کی مالیت ۶ ہزار کروڑ روپے ہے۔یہ مالیت ۱۹۵۴ء کے لحاظ سے بتائی گئی ہے۔موجودہ قیمت کا تخمینہ ۲ء۱ لاکھ کروڑ ہے۔وقف جائداد کا کل رقبہ ۵ لاکھ ۲۷ ہزار ۵۲، ایکڑ ہے۔اگر وقف کی زمینوں سے موثر انداز سے آمدنی کی صورت پیدا کی جائے تو سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق اس کی سالانہ آمدنی ۱۲ ہزار کروڑ روپے ہوسکتی ہے جس سے مسلمانوں کی تعلیمی،اقتصادی اور سماجی پسماندگی دور کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔اِس وقت یہ آمدنی صرف ۱۶۳

کروڑ روپے ہے۔

(مولانا اسرار الحق یم پی کا پارلیمنٹ میں بیان مطبوعہ روزنامہ راشٹریہ سہارا بنگلور مورخہ ۱۱ مئی ۲۰۱۰ء)

(۵) مرکزی قیادت کی طرف عدم توجہ (Lack of leadership)

مرکزی قیادت کے فقدان کی وجہ سے ہماری حالت آج انجن سے کٹے ہوئے ڈبوں کی سی ہوگئی ہے جو چاہتا ہے جہاں چاہتا ہے ہمیں ہانک لے جاتا ہے۔ ہرا یرا غیرا نتھو خیرا ملت کا سالار و مسیح القوم بن کے آتا ہے اور دن دہاڑے ملت کی ایسی تیسی کر کے رفو چکر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہر سیاسی پارٹی میں کچھ نہ کچھ مسلم دشمن و اسلام مخالف عناصر موجود ہیں مگر ہم میں قیادت کے فقدان اور سیاسی شعور کی کمی کی وجہ سے ہر پارٹی کو ہم نے مسلم دوست و ہمدردِ اسلام سمجھ لیا ہے۔ الغرض مرکزی قیادت اور صحیح لیڈرشپ کے فقدان و کمی کے جو نقصانات ہیں وہ آپ اہل علم وفہم مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔

مقصودِ کلام یہ ہے کہ ملک میں ایک مرکزی، صالح وصحت مند قیادت کیسے برپا کی جائے جو ہم سب کے لئے امتیازی قیادت (Supreme) کا درجہ رکھتی ہو۔ مولانا ابو الکلام آزاد مجاہد آزادی کا ایک قول واٹس ایپ کے توسط سے میرے پاس پہنچا ہے میں اُسے ہو بہو نقل کیے دیتا ہوں تاکہ ہندی مسلمانوں میں قیادت کے فقدان کی تاریخ کی ایک جھلک ہم پر روشن ہو جائے:

''اگر دنیا دس ہزار سال یا دس لاکھ سال بھی مزید قائم رہے تو پھر بھی دو چیزیں ختم نہیں ہوں گی ایک تو ہندو قوم (بعض افراد) کی تنگ نظری، دوسرے مسلمان قوم کی اپنے سچے رہنماؤں سے بدگمانی۔''

☆ باقی آئندہ ☆

☆ امام وخطیب مسجد منورہ، جنرل سکریٹری جماعت اہلسنت، بنگلور

حضرت مولانا محمد یامین نعیمی سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مراد آباد

۲۷ جولائی ۱۹۳۹ء کو دیپا سرائے سنبھل میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۵ء میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخلہ لیا۔ ۹ دسمبر ۱۹۶۱ء کو فارغ ہوئے اور سند ودستارِ فضیلت سے سرفراز کیے گئے۔ مولانا حاجی محمد یونس سنبھلی، مفتی حبیب اللہ نعیمی، مولانا وصی احمد سہسرامی، مولانا طریق اللہ نعیمی، قاضی محمد حسین ماتی پوری اور حافظ علی حسین بستوی سے آپ نے مولویت، عالمیت اور فضیلت کی تعلیم حاصل کی۔ فراغت کے بعد جامعہ نعیمیہ میں ہی معین المدرس منتخب ہوئے۔ آپ کے تایا حاجی محمد یونس سنبھلی سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ کے انتقال کے بعد ۱۹۷۳ء میں ۱۱۴ کتوبر کو آپ کی متولی (تاحیات) اور استاذ کی حیثیت سے تقرری ہوئی اور مفتی حبیب اللہ نعیمی (آپ کے استاذ) مہتمم منتخب ہوئے۔ اُس وقت جامعہ کے سرپرست سرکار کلاں حضرت سید مختار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان تھے۔ مفتی حبیب اللہ صاحب کے انتقال کے بعد ۱۹۷۶ء میں آپ مہتمم ہوئے اور تاحیات رہے۔ درمیان میں ۱۹۶۲ء سے ۱۹۷۳ء تک آپ نے مدرسہ انجمن اہل سنت بلاری ضلع مراد آباد میں تعلیم وتدریس کے فرائض انجام دیے۔ یہ مدرسہ مسجد میں واقع تھا لیکن آپ کی کوشش کی بدولت اک نئی زمین پر تعمیر ہوا جو کہ آپ کی یادگار ہے۔ آپ کے دورِ اہتمام میں جامعہ نعیمیہ نے تعمیری، تعلیمی اور تدریسی طور پر خوب ترقی کی اور آمدنی میں خوب اضافہ ہوا۔ جامعہ کے لئے وقف کی زمین کا حصول اور دوسری تیسری منزل کی تعمیر آپ کی یادگار خدمات ہیں۔ حضرت سرکارِ کلاں سے ارادت وبیعت اور خلافت واجازت کا شرف حاصل ہے۔ اہتمام وتدریس کے ساتھ آپ کو دینی کتابوں کے نشر واشاعت میں بڑی دلچسپی تھی، اس لئے ۱۹۶۳ء میں آپ نے ''انجمن فروغ ملت'' قائم کیا جس کے زیر اہتمام حضرت صدر الافاضل اور دیگر علمائے اہل سنت کی کتابوں اور کتابچوں کو بڑی تعداد میں شائع کر کے عام کیا۔ ۱۹۸۲ء میں مکتبہ نعیمیہ، دیپا سرائے سنبھل میں قائم کیا جسے ۱۹۹۶ء میں دہلی منتقل کر دیا۔ اطیب البیان اسی اشاعتی ادارے سے شائع ہوا۔ آج ان کے صاحب زادے محمد ضیاء اشرف صاحب مکتبہ نعیمیہ کو دیکھ رہے ہیں۔

۱۱، اپریل ۲۰۲۱ء/ ۲۷ شعبان ۱۴۴۲ھ بروز ہفتہ ۸۲ سال کی عمر میں رات کے بارہ بج کر ۴۵ منٹ پر آپ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دیپا سرائے سنبھل میں ہی تدفین ہوئی۔ جامعہ نعیمیہ کے نائب مفتی محمد سلیمان نعیمی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اطلاع: مولانا ہارون رشید اشرفی، فاروقیہ بک ڈپو، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔ ۶

فکر فردا

اندیشے اور خدشات

ایک بڑے خطرے کی آہٹ

یہ مضمون کورونا کی دوسری لہر سے پہلے لکھا گیا ہے لیکن معلومات کو محفوظ رکھنے اور آپ کی یادداشت کی طاق میں سجانے کیلئے شامل کرلیا گیا ہے

محمد عباس ازہری★

کورونا وائرس وہ چھوٹا دھما کہ ہے جس کے بعد ایک بڑا آخری دھماکہ ہوگا۔ دراصل اس وائرس کا ڈر پیدا کر کے پوری دنیا میں اس کی ویکسین لگوانا لازمی قرار دے دیا جائے گا جس کے نتیجے میں آپ بغیر ویکسین لگوائے اور سرٹیفکیٹ حاصل کیے، نہ تو ہوائی سفر کرسکیں گے، نہ حج وعمرہ، نہ زیارتوں کو جاسکیں گے، یہاں تک کہ شادی بھی نہ ہوسکے گی بچوں کو اسکول میں داخلہ نہیں ملے گا۔ اس کام میں پہلے سے شامل بل گیٹس جیسے مخیر حضرات دل کھول کر غریب ممالک کی امداد کریں گے۔ اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ایک کمپیوٹر سافٹ ویئر کی صلاحیت رکھنے والا دنیا کا امیر ترین شخص اپنا کام چھوڑ کر ویکسین کی فیلڈ میں کیوں گھس گیا۔

موصولہ اطلاع کے مطابق اس کام میں پانچ سال تک کا عرصہ لگ سکتا ہے مگر اُس کے بعد تمام لوگوں کی رگوں میں یہ ویکسین دوڑ رہی ہوگی، یوں سمجھیں کہ ایک سرکاری وائرس دوڑ رہا ہوگا، جسے کبھی بھی کسی بھی طرح سے متحرک کیا جاسکے گا۔ کبھی بھی کہیں بھی کوئی وبا پھیلائی جاسکے گی اور ایسا حملہ کیا جاسکے گا کہ جس میں نہ ہتھیار استعمال ہوں گے، نہ املاک کو نقصان پہنچے گا۔ اسی دوران دشمن کو ویکسین بیچ کر اور قرضہ دے کر مزید اپنے جال میں پھنسایا جاسکے گا۔ اب کورونا کا کام صرف آپ کو ویکسین لگوانے کے لئے تیار کرنا ہے اور اصل دھماکہ اس کے بعد ہوگا۔

ایک نئی تھیوری کورونا وائرس کے نام پر 5G اور ایجنڈہ نینو چپ جیسا کہ اکانومسٹ میگزین اپریل ۲۰۲۰ء شمارے میں 5 خفیہ پلانز کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس تحریر میں پانچ یہودی پلانز کوڈ ی کوڈ کیا جائے گا۔

(۱) Everything is under control

یعنی ''ہر چیز طے شدہ منصوبے کے مطابق ہمارے کنٹرول میں ہے۔'' ایک طرف پوری دنیا کورونا سے ڈر کر گھروں میں بیٹھی ہوئی ہے، حکومتیں سکڑ کر دارالحکومتوں تک محدود ہوگئیں، عوام کو دو وقت کی روٹی کے لالے پڑ گئے، کئی ممالک کو اپنی حیثیت برقرار رکھنے کے خطرے کا سامنا ہے لیکن یہودی میگزین فخریہ کہتا ہے کہ Everything is under control یہ بات عقلمندوں کے کان کھڑے کرنے کے لئے کافی ہے۔ کورونا وائرس کے ذریعے جس جال کو بچھایا گیا ہے وہ بالکل توقعات کے عین مطابق پورا ہو رہا ہے تبھی تو یہودی میگزین فخریہ کہتا ہے کہ سب کچھ طے شدہ منصوبے کے مطابق ان کے کنٹرول میں ہے۔

(۲) Big Goverment

اس سے مراد عالمی حکومت ہے، اس بڑی حکومت کو یہودی دانا بزرگوں کی خفیہ دستاویزات ''دی الیومیناٹی پروٹوکولز'' میں ''سپر گورنمنٹ'' کے نام سے بار بار بیان کیا گیا ہے جس کے مطابق پوری دنیا کی ایک ہی ''عالمی سپر گورنمنٹ'' بنائی جائے گی جس کا حکمران فرعون ونمرود کی طرح پوری دنیا پر اپنے مسیحا کے ذریعے حکمرانی کرے گا۔

یہاں یہ بتانا بھی ضروری سمجھوں گا کہ ان کی عالمی حکومت بن چکی ہے، یہ اقوام متحدہ ہے، صرف اس کا اعلان نہیں کیا گیا۔ ان کا منصوبہ یہ ہے کہ مستقبل میں کسی بھی وقت دنیا میں کرائسز پیدا کر کے (جیسے اِس وقت ہیں) اقوام متحدہ کو ایک عالمی سپر حکومت میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ اقوام متحدہ کے جو بھی ادارے ہوں گے انہیں وزارتوں میں تبدیل کر کے اُسے عالمی سپر گورنمنٹ قرار دے دیا جائے گا اور اس حکومت کی باگ دوڑ یہودی النسل ایسے شخص کے ہاتھ میں دی جائے گی جو دجال کے لئے ہیکل سلیمانی تعمیر کرے گا اور یہودیوں کو چھوڑ کر باقی پوری دنیا کی اقوام کو اپنا غلام بنالے گا۔ موجودہ دور میں برطانوی وزیراعظم سے لے کر بہت سے عالمی رہنماؤں نے اب کھل کر کہنا شروع کر دیا ہے کہ ایک عالمی حکومت بنی چاہیے۔ یہ سب اسی عالمی سپر گورنمنٹ بنانے کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔ اب اگر اقوام متحدہ کا کوئی ایسا حکمران بن جائے جو ویکسین دینے کا اعلان کر دے تو دنیا کا کون سا ملک ہوگا جو اس کی حکمرانی تسلیم نہیں کرے گا؟

(۳)Liberty۔لبرٹی کا مطلب ہے ''آزادی''

یہاں آزادی سے مراد دنیا کو جو آزادی حاصل ہے اس کا کنٹرول اس ''خفیہ ہاتھ'' کے پاس ہے جو، اکانومسٹ نے بطورِ علامت اپنے کور فوٹو پر نمایاں کیا ہے۔ یہ وہ ''خفیہ ہاتھ'' ہے جو پردے میں رہ کر پوری دنیا کو چلاتا ہے۔ آپ اس ہاتھ کو یہودیوں کے ۱۳ خفیہ خاندان سمجھیں جو پوری دنیا کی معیشت، زراعت، میڈیا، حکومت الغرض ہر چیز کی باگ دوڑ سنبھالتے ہیں، ورلڈ بینک ہو یا آئی ایم ایف یہ تمام ادارے ان کے فنڈز سے چلتے ہیں۔ اقوام متحدہ کا خرچہ پانی یہی دیتے ہیں، اقوام متحدہ کے تمام بڑے اداروں کے سربراہاں ان کے اپنے لوگ اور یہودی النسل ہیں۔

(۴) وائرس یعنی ''کورونا وائرس'' کا کنٹرول بھی اسی ''خفیہ ہاتھ'' کے پاس ہے جس سے پوری دنیا وائرس کے خوف سے کانپ رہی ہے۔ تو یہ لوگ کون ہیں جو کہتے ہیں کہ وائرس ان کے قابو میں ہے؟ اسرائیلی وزیر دفاع خود کہتے ہیں کہ ہمیں وائرس سے کوئی پریشانی نہیں کیونکہ جب ۷۰ فیصد آبادی کو کورونا متاثر کرلے گا تو پھر از خود ختم ہوجائے گا۔ یعنی وہ پہلے سے جانتے ہیں کہ اتنے فیصد آبادی متاثر ہوگی لیکن ساتھ ہی کسی قسم کی انہیں پریشانی بھی نہیں، یہ اس بات کی علامت ہے کہ پردے کے پیچھے وہ بہت کچھ جانتے ہیں جب ہی تو بالکل مطمئن ہیں، اسی لئے نہ لاک ڈاؤن کرتے ہیں نہ ہی انہیں کوئی پریشانی ہے بلکہ اعلانیہ کہتے ہیں کہ وائرس ان کے قابو میں ہے۔

(۵)The Year Without winter

اس کو اگر ڈی کوڈ کریں تو اس کا مطلب ہوگا کہ اس سال دنیا کو موسم سرما گھروں میں قید رہ کر گزارنا پڑ سکتا ہے۔ یاد رہے کہ اس وقت سال کا چوتھا مہینہ اپریل چل رہا ہے لیکن انہوں نے اعلان کر دیا ہے کہ اس سال موسم سرما نہیں ہوگا یعنی دنیا موسم سرما کے مزے اس سال نہیں لے سکے گی۔ کورونا وائرس پر بنی فلم Contagion میں بھی ایک ڈائیلاگ بالکل ایسا ہی سننے کو ملتا ہے جس میں ایک لڑکی ویکسین کی عدم دستیابی پر اکتاتے ہوئی کہتی ہے کہ ''اِس سال میرا موسم سرما برباد ہو جائے گا کیونکہ مجھے گھر میں قید رہ کر گزارنا ہوگا۔'' اکانومسٹ میگزین، مذکورہ فلم اور موجودہ صورت حال کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔ ان کے علاوہ کچھ اور عوامل بھی ہیں جنہیں ابھی تک اکانومسٹ میگزین نے نمایاں نہیں کیا شاید اگلے مہینے کے شمارے میں ظاہر کرے۔

اب تفصیلی طور پر یوں سمجھیں:

پہلا پروجیکٹ 5G: سب سے پہلے 5G انسٹالیشن ہے جو لاک ڈاؤن کے دوران دنیا کے بیشتر ممالک میں چپکے سے کی جا رہی ہے۔ عالمی میڈیا کو اُس کی رپورٹنگ سے روکا گیا ہے۔ لندن میں مکمل لاک ڈاؤن ہے لیکن وہاں 5 جی انسٹالیشن کا عملہ پھر بھی دن رات کھمبوں پر ٹاورز نصب کرنے میں مصروف ہے۔

آخر یہ 5G کیا بلا ہے؟ یہ دراصل انٹرنیٹ اسپیڈ کی تیز ترین رفتار ہے، جو اگر کسی علاقے میں لگا (انسٹال کر) دی جائے تو اس پورے علاقے کو ایک ''سپر کمپیوٹر'' کے ذریعے ہر وقت ویڈیو پر دیکھا جا سکے گا، علاقے کا کوئی فرد ایسا نہیں بچے گا جس کی جاسوسی ممکن نہ ہو، موبائل سے لے کر ٹی وی۔ ایل سی ڈی یا ایل ای ڈی، فرج، آٹو پارٹس اور گھر کی تمام چیزوں میں نصب چھوٹے خفیہ کیمروں کے ذریعے چوبیس گھنٹے ہر فرد کی جاسوسی ممکن ہوجائے گی۔ ملٹری سطح پر یہ کام پہلے ہی دنیا کی بڑی افواج کرتی رہی ہیں لیکن عوامی سطح پر اُسے لانے کا بہت زیادہ سائنسی نقصان بھی ہے۔ اِس ٹیکنالوجی کی شعائیں انسانی دماغ کے لئے انتہائی خطرناک ہیں، ماہرین کے مطابق 5G سگنلز میں رہنے والا انسان ایسا ہوگا جیسے اس کا دماغ مائیکرو ویو اوون میں پڑا ہوا ہو۔ یہ انسان کو مختلف ذہنی بیماریوں کا شکار کردے گی لیکن خفیہ ہاتھ کو اس کی پرواہ نہیں کہ انسانوں کے دماغ پر کیا بیتے گی، انہیں صرف پوری دنیا کو ڈجیٹلائیز کرنا ہے اور اس مقصد کے لئے لاکھوں انسانوں کو مارنا پڑا تو وہ اس سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

دوسرا پروجیکٹ Naino Chip بذریعہ ویکسین:

حال ہی میں ایک آرٹیکل پڑھا جس میں بل گیٹس نے 1 بلین ڈالرز کی سرمایہ کاری کرنے کا اعلان کیا۔ یہ اعلان پوری دنیا کو ڈجیٹلائیز کرنے سے متعلق تھا۔ سوال یہ ہے کہ پوری دنیا کو ڈجیٹلائز کیسے کیا جائے گا؟ اس کا جواب ہے 5G اور Nano chip سے۔ 5G کے ٹاورز بظاہر تو آپ کو انٹرنیٹ کی تیز سپیڈ دینے کے لئے ہوں گے لیکن ان کا اصل خفیہ مقصد انسانوں میں لگی نینو چپ (بہت زیادہ چھوٹی چپ) میں جمع ہونے والا ڈیٹا (آپ کی دماغی سوچ) کو کسی خفیہ جگہ جمع کرنا ہو گا۔ وہ ''خفیہ ہاتھ'' جسے آپ اکانومسٹ میگزین پر دیکھ سکتے ہیں پوری

دنیا کے انسانوں کے دماغوں میں پیدا ہونے والی سوچ کو کسی نامعلوم جگہ پر اپنے ''سپر کمپیوٹر'' کے ذریعے دیکھے گا اور وہ یہودیوں کا مسیحا ہوگا جو''اقوام متحدہ کی سپر گورنمنٹ'' سنبھالتے ہی ان ٹیکنالوجیز سے انسانوں کے دماغ بھی پڑھ لے گا بلکہ کسی کے بولنے سے پہلے اس کے خیالات بھی جان لے گا۔

بالکل ایسی ہی ایک حدیث بھی ملتی ہے کہ دجال ایک جگہ سے گزرے گا جہاں کسی شخص کے والدین فوت ہو گئے ہوں گے، وہ شخص سوچ رہا ہوگا کہ کاش میرے والدین دوبارہ زندہ ہو جائیں، دجال اس کی یہ سوچ اور خواہش پہچان لے گا اور اس کے بولنے سے پہلے ہی اس کے پاس جا کر اُسے کہے گا کہ اگر میں تمہارے والدین کو زندہ کردوں تو کیا تم مجھے خدا مان لو گے؟ وہ شخص بولے گا ہاں کیوں نہیں، پھر دجال اپنے شیاطین کو حکم دے گا وہ اس شخص کے والدین کے مردہ اجسام میں داخل ہو کر زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے اور اس شخص کو کہیں گے کہ بیٹا یہ (دجال) تمہارا رب ہے اس کی بات مان لو، اس کی اطاعت کرو۔

یہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دجال اور اس کی قوتوں کو شیاطین کی مدد حاصل ہو جائے گی۔یعنی وہ کسی ایسی ٹیکنالوجی کو حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہو جائیں گے جس سے دنیا میں موجود غیر مرئی مخلوق یعنی ''جنات'' سے ان کا رابطہ ممکن ہو جائے گا اور اسی کی مدد سے دجال شیطانوں سے مدد لے گا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ روئے زمین کے تمام شیاطین کو دجال کے تابع کر دے گا (تا کہ اس فتنہ عظیم سے دنیا کے آخری بہترین مسلمانوں کی آزمائش کرے)

اب اس منظر اور پس منظر کو اگر مختصر بیان کیا جائے تو یہ کچھ ایسا ہوگا کہ ''خفیہ ہاتھ'' کامیاب ہو رہا ہے، ہر چیز طے شدہ منصوبے کے مطابق ان کے کنٹرول میں ہے۔کورونا وائرس سے دنیا کو لاک ڈاؤن کروا کے وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہو رہے ہیں، ساتھ ہی انہوں نے چپکے سے 5G انسٹالیشن شروع کر دی ہے اور بل گیٹس نے نینو چپس کی شروعات کے لئے اقوام متحدہ سے 1 بلین ڈالر کا معاہدہ بھی کر لیا ہے، اس معاہدے میں ویکسین بنے گی اور اسی ویکسین کے اندر اتنی چھوٹی نینو چپ ہوگی کہ جو انسان کو خوردبین سے ہی نظر آ سکتی ہے، وہ دنیا کے ہر انسان کو دی جائے گی۔Contagion فلم میں جو ویکسین سب کو دی جاتی ہے وہ ناک میں ڈالی جاتی ہے اور ساتھ ہی ایک ڈیجیٹل کڑا ہاتھ میں پہنا دیا جاتا ہے جس سے ان کو کسی ''خفیہ جگہ'' سے مانیٹر کیا جا سکتا ہے۔ اب مجھے پورا یقین ہے کہ بل گیٹس بھی اقوام متحدہ کو چلانے والے ''خفیہ ہاتھ'' کے ساتھ مل کر ایسی ہی ویکسین بنائے گا جو ناک یا منہ میں ڈالی جائے گی اور اسی کے ذریعے نینو چپ بھی ہر انسان کے جسم میں داخل کی جائے گی۔چونکہ چپ انتہائی چھوٹی ہے اور کسی بھی ویکسین کے ذریعے جسم میں ڈالی جا سکتی ہے لہٰذا کسی انسان کو پتا ہی نہیں چلے گا کہ وہ چپ زدہ ہو چکا ہے۔

دجال کو دنیا میں خوش آمدید کہنے کی تیاریاں عروج پر ہیں۔جو پہلے سے اس فتنے سے آگاہ ہوں گے وہی اس سے بچ پائیں گے، جو لا علم ہوں گے وہ پھنس جائیں گے، بہک جائیں گے، گمراہ ہو جائیں گے، سیلابی پانی میں تنکوں کی طرح بہہ جائیں گے لہٰذا مرد و خواتین سے درخواست ہے کہ اس دجال کے فتنے کو قرآن وسنت کی روشنی میں سمجھنے کی بھرپور کوشش کریں اور اس فتنے سے بچنے کے لئے دین اسلام میں جو رہنمائی دی گئی ہے اسے اپنی زندگیوں میں فوری طور پر اختیار کریں تا کہ کہیں بے خبری میں اپنی دنیا و آخرت اپنے ہاتھوں سے برباد نہ کر لیں۔دجال کے فتنے سے بچنے کے لئے سورہ الکہف کی پہلی دس آیات کی روزانہ تلاوت کریں اور دجال کے فتنے سے بچنے کی مسنون دعائیں یاد کر کے اپنے معمول کے اذکار میں شامل فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توبہ کرنے اور قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

کورونا نے رشتوں کی پول کھول دی ہے

جہاں کورونا نے پوری دنیا میں تباہی مچائی ہے وہیں اس نے کئی رشتوں کی پول بھی کھول دی ہے۔جن رشتوں پر لوگوں کو مان ہوتا ہے جن کے لئے لوگ احکام شرع تک کو پامال کر دیتے ہیں وہی قریبی رشتے دار کورونا مریض سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے کورونا مریض ان کے لئے موت کا فرشتہ ہو۔(ایسا وہیں ہے جہاں علم کی کمی ہے)

ذرا سوچئے کہ آخرت کے امتحان میں جب میدان محشر میں ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی کون کس کے کام آئے گا؟ حق ہے کہ دنیا کے قریب ترین رشتے بھی اس وقت اپنی پرواہ کر رہے ہوں گے۔کوئی کسی

کے کام نہیں آئے گا۔ جی ہاں! آج جن رشتوں کے لئے ہم گناہ کرتے شرم نہیں کھاتے ،کل کو یہی رشتے دار ہمیں دھکے دے رہے ہوں گے کہ جاؤ بھئی جاؤ مجھے تو اپنی فکر ہے:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۔ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ، وَصَاحِبَتِهِ وَ بَنِيهِ ، لِكُلِّ امْرِءٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۔

(سورۂ عبس: ۳۴۔۳۷)

اُس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا، اپنی ماں اور اپنے باپ اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ ان میں سے ہر شخص کو اُس دن ایک ایسی فکر ہوگی جو اُسے (دوسروں سے) بے پروا کردے گی۔

اس وقت اگر کوئی کام آئے گا تو وہ ہمارے کریم آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے جو کبھی میزان پر تو کبھی حوض کوثر پر اور کبھی پل صراط پر اپنے امتیوں کی شفاعت فرماتے ہوں گے۔

اب بھی وقت ہے کہ ان دنیاوی رشتوں کی خاطر گناہ کرنے اور اپنا ایمان داؤ پر لگانے کی بجائے مدینے والے سے لو لگائیں۔ حکم شرع بھی یہی ہے کہ شریعت کے مقابل کسی کی اطاعت نہیں یہاں تک کہ والدین کا بھی وہی حکم ماننا ضروری جو خلاف شرع نہ ہو۔ اگر وہ کوئی ایسا حکم دیں تو حکمت عملی سے ان کی اصلاح کیجئے نہ کہ خود بدعملی کا شکار ہوں۔

اللہ پاک ہمیں شرع شریف پر عمل کی توفیق دے اور گناہوں سے بچائے اور بروز محشر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔ والسلام مع الاکرام

☆ **مولانا شان اسلم**

۲۶ اپریل ۲۰۲۱ء بروز پیر بعد از افطاری

محمد ظفر الدین برکاتی، اہل سنت اکیڈمی (ٹرسٹ) دہلی کے صدر منتخب

سابق صدر مرحوم عتیق الرحمن عرف بابو بھائی کے ایصال ثواب کے لئے منعقد تعزیتی محفل میں جنرل سکریٹری اور خازن بھی منتخب کیے گئے

راجدھانی دہلی کے مسلم اکثریتی اور تعلیمی تحریکی علاقہ جامعہ نگر اوکھلا میں رفاہی اور فلاحی خدمات کی وجہ سے اہل سنت اکیڈمی کو لوگ بہت اچھی طرح جانتے ہیں جس کی ایک خاص پہچان عید میلاد النبی کا شاندار جلوس نکالنا ہے اور علاقے میں اس کی وجہ سے زیادہ شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی ہے لیکن دوسری دینی سماجی اور فلاحی سرگرمیوں میں بھی یہ اکیڈمی پیش پیش رہتی ہے جس کی وجہ سے اس کے سابق صدر مرحوم عتیق الرحمن عرف بابو بھائی کو بھی اہل سنت اکیڈمی کا نمائندہ شخص تسلیم کیا جاتا رہا ہے، کرونا کی زد میں آ کر وہ بھی رمضان المبارک میں خدا کو پیارے ہو گئے، اس لئے آج ۴ جولائی ۲۰۲۱ء کو ان کی جگہ اکیڈمی کے شناسا عالم دین اور ملت و جماعت کے خیر خواہ مولانا محمد ظفر الدین برکاتی مصباحی کو سب کے اتفاق رائے سے اکیڈمی کا صدر منتخب کیا جاتا ہے جن کی صدارت میں اکیڈمی کا مستقبل روشن ہوگا۔

مہمان خصوصی مفتی منظر محسن نعیمی سابق امام قادری مسجد نے بابو بھائی کی شخصی خوبیوں اور اہل سنت اکیڈمی کی خدمات پر خطاب کرتے ہوئے تعزیتی محفل میں یہ باتیں کہیں۔ اکیڈمی کے سکریٹری محمد شیراز نے بتایا کہ آج دار القلم دہلی کے مہمان خانے میں تلاوت قرآن پاک وفاتحہ خوانی کے بعد بابو بھائی کے لئے دعائے مغفرت کی گئی اور پھر اکیڈمی کے بانی ارکان وممبران کے اتفاق رائے سے مولانا محمد ظفر الدین برکاتی مصباحی کو صدر، محمد یاسین اور محمد سلیم تحسینی کو نائب صدر، سید عاطر علی صاحب کو جنرل سکریٹری، محمد قدیر خان کو خازن، اظہر الدین سیفی کو دفتر انچارج اور عامل علی ایڈووکیٹ کو قانونی مشیر منتخب کیا گیا۔ اکیڈمی کے خیر خواہ محمد مزمل خان برکاتی نے انتخابی نتیجے کو پڑھ کر سنایا۔

مجلس میں یونیٹی آف انڈین سیٹیزنس دہلی کے چیئرمین عالی جناب غلام ربانی صاحب، بانی رکن محمد شاہین خان، بانی رکن سرفراز احمد عرف شپو خان، دار القلم دہلی کے پرنسپل مولانا امجد رضا علیمی، حافظ محمد اسحاق اور سیوا کے صدر محمد عامر حسن اشرفی وغیرہ شریک تھے۔ برکاتی صاحب کے صدر منتخب ہونے پر بہت سی معزز دینی، علمی شخصیات اور تنظیموں نے مبارک باد پیش کی ہے۔

حافظ غلام معین الدین امجدی، شعبہ اردو جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

ہمارا بھارت

مسلمانوں کی ذہنی غلامی اور سیاست

احمد فریدی★

مولانا ابوالکلام آزاد بھارت کے اولین مرکزی وزیر تعلیم فرما گئے کہ دنیا دس ہزار سال بھی چلے تو بھی دو چیزیں ختم نہ ہوں گی:

(۱) ہندو قوم کی تنگ نظری۔

(۲) مسلمانوں کی اپنے قائدین سے بدگمانی۔

جب جب امت اپنے قائدین/علماء/امت کے چنندہ لوگ جو کچھ کر سکتے تھے، ان سے بدگمان ہوئی،۔ان کی ہی ٹانگ کھینچی تبھی اس پر ایسے ذلیل، ظالم لوگ مسلّط ہوئے جس کی مثال رہتی دنیا تک یاد رہے گی۔ کوئی مائی کا لال مسلمانوں کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع نہیں کر سکتا کیونکہ مسلمان وہ قوم ہے جو اپنے خیر خواہوں کو دشمن کا ایجنٹ سمجھتی ہے۔ان کی ٹانگ کھینچ کر دوسروں کے تلوے چاٹتی ہے۔

یہی مسلم قوم ہے جس نے وقت کے مجاہد اعظم، صلیبیوں کی نیندیں حرام کرنے والے، قبلہ اوّل کو آزاد کرانے والے، اس سے سسک سسک کر رونے والے فرشتہ صفت انسان سلطان صلاح الدین ایوبی کو بھی صلیبی ایجنٹ کہا۔ محمود غزنوی کو لٹیرا اور ڈاکو کہا۔ نظر دوڑاتے آیئے۔ سب قائدین و مجاہدین کو یہی تمغہ ملا ہے کہ فلاں کا ایجنٹ ہے۔ آج کسی نہ کسی شکل میں مسلم قیادت کی ڈوبتی نیا کو پار لگانے والے، مسلمانوں میں اپنی قیادت کا جذبہ بیدار کرنے والے اسدالدین اویسی کو یہی مسلمان بی جے پی کا ایجنٹ کہتے ہیں۔ وہ آدمی جو بآسانی نوابوں کی زندگی گذار رہا ہے اور گذار سکتا ہے۔ جس کے آبا واجداد اتنی وراثت چھوڑ گئے جو شاہوں کی زندگی کاٹ سکتا ہے۔ اس کو کیا ضرورت کہ چائے و اخبار بیچنے والے کے ہاتھوں ٹکوں کے دام بکے۔ دراصل یہ مسلمان نہیں سدھرنے والے۔

یہ تاریخ ہے کہ جب جب مسلمان ٹکڑوں میں بٹے ہیں۔ ٹولیوں میں رہنے لگے۔ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے لگے۔ علماء و قائدین کو گالیاں دینے لگے۔ تبھی ان پر ظالم لوگ مسلّط کیے گئے۔ حجّاج بن یوسف کہا کرتا تھا کہ ”لوگو! بری حرکتوں سے باز آجاؤ، مان جاؤ، میں تم پر خدا کی طرف سے مسلط کیا گیا ہوں۔“

یہ حقیقت ہے کہ حجاج امت پر اُس وقت مسلط ہوا جب امت ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ مطلق العنان حکمراں سر ابھارنے لگے۔ حتی کہ خلیفہ عبدالملک بھی اپنی فوج سے پریشان ہوجاتا ہے کیونکہ وہ بھی من مانی کرنے لگی تھی۔ دشمنانِ اسلام اسلامی حکومت کی سرحدوں کو تنگ کرتے اور ان پر قبضہ کرتے جا رہے تھے۔ ایسے وقت میں امّت کو یکجا کرنے کے لئے حجاج بن یوسف خدائی عذاب بن کر مسلط ہوا۔

چنگیز خان، ہلاکو خان (وغیرہ) یہ سب امت پر مسلط ہوئے۔ اُس وقت کے حالات کو پڑھئے۔ ایسے ہی ہندوستان کے مسلمانوں کا حال ہوگا۔ ابھی یہ ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے میں مست ہیں۔ جب ان پر خدائی لاٹھی چارج ہوگی۔ تب کھل کر سب کچھ سامنے ہوگا۔ جو قائدین ایمان فروش ہیں۔ جب وہ اپنی قیمت وصول کرنے میر صادق کی طرح دربار میں جائیں گے تو اُن کو وہی انعام ملے گا جو میر صادق کو ملا۔ ٹیپو سلطان کی پیٹھ میں خنجر گھونپنے والے سرنگاپٹنم کی دیوار گرا کر دشمنوں کو داخل کرنے والے میر صادق کا کنبہ جب انگریزی دربار میں اپنا انعام لینے پہنچا تو انگریزوں نے یہ کہتے ہوئے ان کے مردوں کے سر قلم کرادیے کہ جب تم اپنوں کے نہ ہوئے تو ہمارے کیسے ہوگے؟ اور عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔

میر صادق بھاگتے ہوئے ٹیپو سلطان کے جانباز سپاہی ”انور علی“ کے ہاتھوں مارا گیا۔ ہر غدار کا یہی انجام ہوتا ہے آخر میں اس کو قتل کر دیا جاتا ہے یا یونہی سامانِ عبرت بنا کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جب تم اپنوں کے نہیں ہوسکے۔ تو ہمارے کیا بنوگے؟

مانا کہ اویسی کی وجہ سے بی جے پی کو فائدہ ہوتا ہے۔ تو بھئی! جہاں اویسی یا مسلم قیادت سرے سے ہے نہیں۔ وہاں کس سے فائدہ پہنچتا ہے؟ وہاں کون جتا تا ہے؟ ان کو کبھی تم نے بُرا بھلا کہا؟ دراصل تم ہو ہی غلامی کے لائق۔ تمہارے ذہن غلام ہو چکے ہیں۔ تم ذہنی غلامی

کے مریض ہو۔سوچنے، سمجھنے کی قوت بھی گنوا چکے ہو۔

ایمانداری سے سوچیئے؟ اور جواب دیجئے کہ آپ نے کانگریس کو پچھلے ستر سالوں سے پالا، پوسا، بڑا کیا۔قدآور بنایا لیکن اس نے تم کو کیا دیا؟ بٹلہ ہاؤس انکاؤنٹر ہوا۔جہاں ہوا، وہیں نہیں بلکہ پورے بھارت سے مسلمان چن چن کر اٹھائے گئے۔اور اٹھانے والی آپ کی پیاری دُلاری محترمہ کانگریس تھی۔

ملک کی تاریخ میں جتنے بھی کانڈ، حادثات، قتل عام، فسادات، مسلم کشی ہوئی اُن میں چند ایک کو چھوڑ کر باقی سب کانگریس کے دورِ حکومت میں اسی کی شہ پر ہوئی۔ہاشم پورہ معاملہ ہو یا مراد آباد الغرض سب کے تار کانگریس ہی سے جڑتے اور بھڑتے ہیں۔یہ تلخ حقیقت ہے کہ بھاجپا اور آر ایس ایس کو جنم دینے والی، دودھ پلانے والی، تربیت کے مراحل سے گذارنے والی کانگریس ہی ہے۔اس پر جامعہ ملیہ اسلامیہ کے پروفیسر کی کتاب بھی آچکی ہے۔نام ہے ''آر ایس ایس اور بی جے پی کی ماں کانگریس'' پڑھیئے اور آنکھیں کھولئے!

بابری مسجد انہدام اس کے بعد ۲۰۱۹ء میں کورٹ کا فیصلہ پر سب سے زیادہ خوشی کانگریس کے دفتر میں منائی گئی اور برجستہ کہا گیا کہ آج کانگریس کا خواب پورا ہوا کیونکہ بابری مسجد کا تالا کھولنے والا، مورتیاں رکھوانے والا راجیو گاندھی تھا۔سارے امور کانگریس کے دورِ حکومت میں ہوئے۔بس بھاجپا نے تو پھل کھایا۔مذہب کے نام بھڑانے والی سیاست اپنا کر اپنا الو سیدھا کیا۔

یوپی میں سماجوادی، مایاوتی وغیرہ کو سینچتے سینچتے کئی دہائیاں گذر گئیں، کیا ملا؟ وہی اعظم خان ہے جس نے اپنی پوری زندگی کھپادی۔پارٹی کو اوجِ ثریا پر لایا۔کئی بار اقتدار میں آئی اور آج اُسے دیکھنے والا بھی کوئی نہیں۔شہاب الدین کی لاش کو اہل خانہ کے حوالے کروانے کے لئے تیجسوی اور اس کی پارٹی آگے نہیں آئی۔اپنے ہی کام آئے۔اپنے اندر سیاست بیدار کیجئے۔اپنی قیادت کو مضبوط کیجئے۔اپنے اور غیروں کی پہچان کیجئے!

کہاوت ہے کہ اپنا اپنا ہی ہوتا ہے۔اگر مارے تو بھی مار کر چھائیں میں ڈالتا ہے برخلاف دوسروں کے سوچیئے! جہاں ستر سال غیروں کو اپنایا۔کچھ ہی دن سہی۔اپنوں پر ہی بھروسہ کیجئے، جب تم پر بن آئے گی تو اپنے ہی کام آئیں گے۔یہی آپ کے سامنے سینہ سپر ہوں گے۔ان کا سپورٹ کیجئے۔آنے والا وقت کیسا کچھ ہو، معلوم نہیں لیکن جہاں مسلم اکثریت ہے، وہاں وہاں اپنا لیڈر ہونا چاہئے کیونکہ ہندو بُزدل ہوتا ہے، یہ بھیڑ میں یا ایسی جگہ حملہ کرتا ہے جہاں یہ اپنے اپنے کو محفوظ محسوس کرتا ہے۔مسلم آبادی کے اندر ہندو محفوظ ہے۔اگر مسلمان تکلیف بھی پہنچائے تو دس حمایت میں کھڑے ہوجاتے ہیں جبکہ ہندو علاقے میں چند مسلم گھر ہوں اور پچاس سال سے رہ رہے ہوں، اگر ملک کے دوسرے کونے میں لڑائی تو بدلہ اپنے پڑوس میں رہنے والے مسلم کنبہ پر اتارا جائے گا۔یہی ہے ہندو قوم کی تنگ نظری۔

کہنے کا مفہوم یہ ہے کہ مسلم اکثریتی جگہوں پر بالخصوص مسلم قائد ہی اقتدار میں ہوں، یہ ضروری ہے اور ملک کے موجودہ حالات نے یہ بات اچھی طرح سمجھادی ہے۔مانا کہ وہ دوسری پارٹی سے ہو یا دوسروں کے ہاتھوں مجبور ہو لیکن جب بات مسلم پر آئے گی جو اُس سے بن پڑے گا، حمایت میں ضرور کر گذرے گا۔کھل کر نہیں تو پس پردہ تمہاری حمایت بھی کرے گا۔وغیرہ۔یہی علاقے حالات کی سنگینی میں مسلم چھاؤنی کا کام بھی دیں گے۔

ہندو کوئی بھی قوم ہو یادو ہو یا پنڈت اور نیچی ذات کے لوگ بھی ہوں لیکن آپ کے خلاف ایک ہیں۔گزشتہ دنوں سنا ہوگا کہ اکھلیش یادو جی یوپی الیکشن میں اتحاد کی بات کررہے تھے اور اشاروں میں مجلس سے اتحاد کی بات بھی کہی تھی۔ایسے میں کسی نے ڈبیٹ میں سماجوادی نیتا سے سوال کیا کہ اگر مجلس کی مدد سے تمہاری پارٹی اقتدار میں آئی تو تم کو مسلمان نائب وزیر اعلیٰ بنانا پڑے گا۔یادو نے جو جواب دیا وہ سننے کے قابل ہے۔جو مسلمان منافق قسم کا ہوگا، وہی اُسے جھٹلائے گا۔کچھ اس طرح کہا کہ ''ہم ملاؤں کو وزیر بنائیں گے۔''

مسلمانو! سوچو! جو یادو صرف آٹھ فیصد ہیں۔ان کے تیور اور ان کی سوچ آپ کے بارے میں ایسی ہے۔شہاب الدین کے معاملے میں ان کی کمینگی کھل کر سامنے آگئی۔وہ پچیس فیصد مسلمانوں کے سیاست میں آنے، نیتا بننے سے کتنے نالاں ہیں۔وہ آپ کو کیڑے مکوڑے کی شکل میں دیکھنا ہی پسند کرتے ہیں۔اعظم خان کو خوب استعمال کیا اور اب ٹیشو پیپر کی طرح پھینک دیا، سبق دیکھئے، اپنوں کا ساتھ دیجئے۔اپنی پارٹی کا سپورٹ کیجئے۔کاش کہ ایسا ہوجائے۔

گزشتہ دنوں جب اعظم خان بیمار تھے اب بھی ہیں۔اس وقت خبر گردش کرنے لگی کہ اویسی صاحب اعظم خان سے ملاقات کرنے

جارہے ہیں تو یا دو پریوار میں کھلبلی مچ گئی۔حالانکہ یہ لوگ اعظم خان کو دیکھنے تک نہیں گئے تھے۔اگر اعظم خان گزشتہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اسدالدین اویسی سے مل جائیں تو مسلمانوں کو استعمال کرنے والے لوگوں کا نشہ اتر جائے گا۔یہ صرف آپ سے ووٹ چاہتے ہیں۔ باقی ان کی نظر میں آپ کچھ بھی نہیں۔جسے ''کچھ'' کہتے ہیں وہ بھی نہیں۔ یاد رکھئے کہ ابھی تک یہی ہوا ہے جو اسپتال پہنچا اُسے زندہ واپس نہیں آنے دیا گیا۔اللہ کرے کہ اعظم خان واپس آئیں اور اب کی بار اویسی کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے لئے کام کریں تو نتائج کلّی طور پر نہ سہی لیکن دیکھنے لائق ہوں گے اور دشمنوں کو بھی سبق ملے گا۔یہ من چاہی ہے، باقی ہوتا ''رب چاہی'' ہے۔بیدہ الملك

☆☆☆

۱۹ ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ، بروز جمعہ، ۳۰ جولائی ۲۰۲۱ء

رضا اکیڈمی ممبئی کے اشتراک سے جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء ذاکر نگر دہلی میں

تحفظ رسالت کانفرنس اور ادارہ شرعیہ دہلی کا تعارفی اجلاس

انسانی زندگی کو شرعی اصولوں کے مطابق گزارنے کے لئے ادارہ شرعیہ اور شرعی کونسل کی ضرورت ہوتی ہے جس سے انسانی معاشرہ، قرآن وسنت کی رہنمائی لیتا ہے، اِس طرح سے یہ بڑا ہی خوش گوار اتفاق ہے کہ سیاسی طور پر بھارت کی زہریلی فضا میں تحفظ ناموس رسالت کی تحریک چلانے والی تنظیم اور مرکزی ریاستی حکومتوں سے گستاخان رسول کے لئے باضابطہ قانونی سزا تجویز کرنے کی مانگ کرنے والی تحریک رضا اکیڈمی ممبئی کے اشتراک سے آج جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء ذاکر نگر دہلی میں قائم ادارہ شرعیہ دہلی کا تعارفی اجلاس ہو رہا ہے جس میں مولانا عمران احمد ازہری، مولانا ازہار احمد مصباحی ازہری اور مولانا رئیس الدین ازہری نے قرآن حکیم، سنن واحادیث رسول اور صحابہ کرام کی سنتوں کی روشنی میں بڑی تفصیل سے ناموس رسالت کی وضاحت اور بھارت کے سیاسی تناظر میں قانونی چارہ جوئی کی وکالت کی ہے۔ بھارت کے سبھی مسلمانوں کی ایمانی غیرت اور عشق رسالت کا تقاضا ہے کہ وہ رضا اکیڈمی کی تحریک تحفظ ناموس رسالت میں شامل ہو جائیں اور متحدہ آواز حکومت ہند تک پہنچانے کا حوصلہ پیش کریں۔جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء ذاکر نگر دہلی میں قائم ادارہ شرعیہ دہلی کے تعارفی اجلاس کے موقع پر ۳، اگست ۲۰۲۱ء کو منعقد، تحفظ ناموس رسالت کانفرنس میں کلیدی خطاب کرتے ہوئے مہمان خصوصی پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی ہمدرد یونیورسٹی نے مذکورہ خیالات کا اظہار کیا۔ پروفیسر انجم صاحب کے حوصلہ افزا تائیدی خطاب کے بعد رضا اکیڈمی ممبئی کے بانی وچیئرمین الحاج محمد سعید نوری نے اعتراف کیا کہ ہمیں یہ کہنے میں کوئی جھجھک نہیں کہ رضا اکیڈمی کی ہر تحریک اور ہر اقدام وعمل میں علمائے دہلی، دہلی کی مساجد کے امام صاحبان اور دہلی کے عوام وخواص کی بھرپور تائید ملتی رہی ہے اور آج کے اجلاس میں بڑی حوصلہ افزائی ہوئی ہے، اس لئے ہم یقین دلاتے ہیں کہ اب ہم پہلے سے بہتر انداز میں اور بڑے پیمانے پر دینی فلاحی اور قانونی سماجی خدمات انجام دینے کی منصوبہ بند اقدام کریں گے۔

نظامی مسجد کے امام وخطیب مولانا نازش علی نعیمی نے قرآن پاک کی تلاوت کی اور نظامت کے فرائض انجام دیے، مولانا محمد امام الدین اشاعتی کشی نگری نے نعت خوانی کی اور جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء کے ڈائریکٹر مولانا محمود غازی ازہری نے خطبہ استقبالیہ میں جامعہ اور کلیہ فاطمہ زہرا کی تعلیمی خدمات کا تعارف کراتے ہوئے شرعی کونسل ادارہ شرعیہ دہلی کے قیام میں شامل امام صاحبان اور علمائے دہلی کا شکریہ ادا کیا۔شہزادگان قائد اہل سنت غلام ربانی اور فیض ربانی صاحبان کی صدارت میں اجلاس منعقد ہوا جس میں مولانا محمد ظفر الدین برکاتی صدر اہل سنت اکیڈمی نے ادارہ شرعیہ دہلی کے قیام وتشکیل کے مراحل، دار الافتاء دار القضاء کے لئے باضابطہ ہال کی تعمیر اور ایک مصباحی ازہری تجربہ کار عالم دین مفتی محمد نوشاد ازہری مرادآبادی کی خدمت حاصل کر لینے کی تفصیلات کو پیش کرتے ہوئے ادارہ شرعیہ دہلی سے استفادہ وافادہ کی صورت اور طریقہ کار کو بیان کیا۔اس کے بعد مفتی محمد نوشاد ازہری نے ''دار القضاء کی شرعی سماجی ضرورت'' کے تحت مکتب ومدرسہ، اسکول کالج اور یونیورسٹی کی طرح اُسے بھی انسانی سماج کی بنیادی ضرورت قرار دیا کیونکہ انسان کسی بھی شعبے میں ہو، مسائل کا سامنا کرنا ہی ہوتا ہے تو ہر علاقے میں ادارہ شرعیہ کے تحت دار القضاء کا قیام لازمی ہے اس لئے جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی کی انتظامیہ قابل مبارکباد ہے جس نے یہ ضرورت پوری کی ہے اور کہا کہ مجھے جو بڑی ذمے داری دی گئی ہے اُسے میں اپنی بساط اور تجربہ کے مطابق پوری کرنے کی کوشش کروں گا۔اخیر میں لمرا فاونڈیشن کے چیئرمین مولانا اقلیم رضا مصباحی نے ہدیہ تشکر پیش کیا، اجلاس میں انجمن رضا کے ارکان، احباب اہل سنت اکیڈمی اور بہت سی مساجد کے امام صاحبان اور علمائے دہلی نے شرکت کی۔

اطلاع: سیماب اختر فیضی، منیجر جامعہ حضرت نظام الدین، ذاکر نگر، نئی دہلی

بزم عام

ضلع اعظم گڑھ مئو کے پانچ باحیات مصنفین کتب کثیرہ

محمد سلیم انصاری، ادروی★

ضلع مئو (سابق اعظم گڑھ) ویسے تو رقبے کے حساب سے کافی چھوٹا ضلع ہے مگر تعلیم کے میدان میں یہ ضلع ہندوستان کے بہت سے اضلاع سے کافی آگے ہے۔لڑکوں کی تعلیم کے لئے یوں تو درجنوں مدارس وجامعات ہیں ہی لڑکیوں کی دینی تعلیم کے لیے بھی یہاں درجن کے آس پاس نسواں مدرسے موجود ہیں۔ چند ایک کو چھوڑ کر ہندوستان کا ایسا کوئی مرکزی ادارہ نہیں جس میں یہاں کے طلبہ نے تعلیم حاصل نہ کی ہو اور یہاں کے اساتذہ نے وہاں اعلیٰ درجے پر فائز ہو کر تدریسی خدمات انجام نہ دی ہوں۔اس ضلع کے ایک ہی قصبے (مدینۃ العلماء گھوسی) میں تین مفسرین قرآن (شیخ غلام نقشبند گھوسوی ثم لکھنوی (بانی درس نظامی ملا نظام الدین سہالوی کے استاذ)، مولانا سلامت اللہ اعظمی ثم رام پوری اور شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی ازہری ثم کراچوی علیہم الرحمہ) پیدا ہوئے۔ علاوہ ازیں ہندوستان کا شاید ہی کوئی ایسا دوسرا ضلع ہو جہاں اتنے زیادہ شیوخ الحدیث پیدا ہوئے ہوں۔ضلع مئو کے کچھ قصبے/شہر تو ایسے ہیں جہاں درجن سے زائد شیوخ الحدیث پیدا ہوئے، جیسے: گھوسی، مئو ناتھ بھنجن اور پورہ معروف۔

استاذ الاساتذہ صدر الشریعہ حضرت مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ (مصنف بہار شریعت) کا تعلق اسی ضلع مئو سے تھا، صدر الشریعہ خود شیخ الحدیث تھے اور ان کے چار بیٹے اور ایک بیٹی بھی شیوخ الحدیث ہیں اور یہ کہنا مبالغہ آرائی نہیں ہوگی کہ صدر الشریعہ برصغیر کے ان علما میں سے ایک ہیں جن کی تمام اولاد (ایک صاحب زادی کو چھوڑ کر اُن کا شروع ہی میں انتقال ہو گیا تھا) بڑی ہو کر عالم/عالمہ بنیں۔تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی یہاں کے علما کسی ضلع کے علما سے پیچھے نہیں رہے۔تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت، تاریخ اور دیگر بہت سے موضوعات پر یہاں کے علما نے کثیر تعداد میں تصانیف قلم بند کیں۔معروف سیرت نگار شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ (مصنف سیرۃ المصطفیٰ) کا تعلق بھی اسی ضلع مئو کے قصبہ گھوسی سے تھا۔ اب یہاں کے پانچ باحیات مصنفین کتب کثیرہ اور اُن کی تصنیفات وتالیفات کے نام پیش کیے جارہے ہیں:

(۱) صدر العلماء **علامہ محمد احمد مصباحی** بھیروی **حفظہ اللہ** (ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور)

تصنیفات وتالیفات: حدوث الفتن وجہاد اعیان السنن (عربی، اردو)، خلفائے راشدین اور اسلام کا نظام اخلاق، تدوین قرآن، امام احمد رضا اور تصوف، معین العروض، تنقید معجزات کا علمی محاسبہ، رشتۂ ازدواج اسلام کی نظر میں، امام احمد رضا کی فقہی بصیرت جد الممتار کے آئینے میں، فرائض وآداب متعلم معلم۔وغیرہ

تصحیح، تقدیم، تحشیہ، ترجمہ: معانقۂ عید، جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور، جد الممتار اول، جد الممتار ثانی، فتاویٰ رضویہ جدید، اول، سوم، چہارم، نہم کی عربی و فارسی عبارتوں کا ترجمہ، براءت علی از شرک جاہلی، مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید، رسوم شادی، تقدیر و تدبیر، الکشف شافیا حکم فونو جرافیا (عربی) وغیرہ

(۲) رئیس التحریر **علامہ یٰسین اختر مصباحی** ادروی **حفظہ اللہ** (بانی دار القلم دہلی)

تصانیف وتراجم: الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (اردو ترجمہ)، آیات جہاد کا قرآنی مفہوم، خصائص رسول ﷺ، گنبد خضریٰ، المدیح النبوی (عربی)، جشن عید میلاد النبی ﷺ، اصلاح فکر و اعتقاد، آفتاب و ماہتاب، معارف کنز الایمان، تعارف اہل سنت، سواد اعظم، نقوش فکر، علامہ فضل حق خیر آبادی، اویس زماں مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادی، ممتاز علمائے فرنگی محل لکھنؤ، امام احمد رضا اور تحریکات جدیدہ، امام احمد رضا اور ردِ بدعات ومنکرات، امام احمد رضا کی محدثانہ عظمت، امام احمد رضا کے وصایا پر اجمالی نظر، شارح بخاری، انقلاب ۱۸۵۷ء، قائدین تحریک آزادی، انگریز نوازی کی حقیقت، والیان نجد وحجاز کا تاریخی جائزہ، امریکی اہانت قرآن، تین طلاق کا شرعی حکم، مسلم پرسنل لاء کا تحفظ، ہم اور ہمارا ہندوستان، ہندوتو وہندوستانی مسلمان، بابری مسجد کی تعمیر نو۔وغیرہ

(۳) علامہ ڈاکٹر عاصم اعظمی حفظہ اللہ

(شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی)

تصانیف وتراجم وتالیفات: حدیث نبوی چند مباحث و مسائل، حدیث نبوی کے اردو تراجم، داستان حرم، ائمہ اربعہ، خواجہ غریب نواز، محبوب الٰہی، تذکرہ خلفائے راشدین، تفہیم الفرائض، تذکرہ مشائخ عظام، مشاہیر حدیث، تاریخ داؤدی، محدثین عظام کی حیات وخدمات، داستان کربلا، تذکرہ مولانا علیم اللہ شاہ، مفتی مجیب الاسلام نسیم اعظمی، احوال وافکار، ترجمہ مرآۃ مداری، ترجمہ منتخب اللغات، ترجمہ فتوحات فیروز شاہی، نگارشات، تذکرہ دانشوران گھوسی، تذکرہ شعرائے گھوسی۔ وغیرہ

(۴) علامہ بدر القادری مصباحی گھوسوی **حفظہ اللہ** (بانی رکن المجمع الاسلامی، مبارک پور)

تصانیف وتراجم: اسلام اور امن اسلام، بزم اولیا (علامہ یافعی شافعی کی عربی کتاب روض الریاحین کا ترجمہ)، جادہ ومنزل، حافظ ملت نمبر، اشرفیہ کا ماضی وحال، میاں بیوی اسلام کی روشنی میں، یورپ و اسلام، زمین پر اللہ کا گھر، فلسفہ قربانی، عورت اسلام میں، سنت کی آئینی حیثیت، اسلام اور خمینی مذہب، مولانا رضوان احمد اعظمی، مسلمان اور ہندوستان، اسلام اور تربیت اولاد، اسلام اور امن عالم، تذکرہ سید سالار مسعود غازی۔ وغیرہ

(۵) مولانا افروز قادری چریا کوٹی حفظہ اللہ

(پروفیسر دلاص یونیورسٹی ساؤتھ افریقہ)

تصنیفات و تالیفات: نوجوانوں کی حکایات (انسائیکلو پیڈیا) کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی، آئینہ مضامین قرآن، طوافِ خانہ کعبہ کے روح پرور واقعات، مرنے کے بعد کیا بیتی، وقت ہزار نعمت، برکات الترتیل، بولوں سے حکمت پھوٹے، علامہ فاروق چریا کوٹی اور اُن کے تین عظیم بیٹے، کاش نوجوانوں کو معلوم ہوتا، کلام الٰہی کی اثر آفرینی، چالیس حدیثیں بچوں کے لئے (اردو، ہندی)، چند لمحے ام المومنین کے آغوش میں (تذکرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا)، مصطفیٰ جان رحمت پر الزام خودکشی، فرشتے جن کے زائر ہیں، اربعین امام حسین رضی اللہ عنہ، قرآنی علاج، کتاب الخیر، باتیں جو زندگی بدل دیں، امام احمد رضا اور ذکر و دعا کی بہاریں، مقام غوث اعظم اور اتباع اسوہ مصطفیٰ ﷺ، شیعہ آستین کے سانپ (انگریزی)، عقائد علمائے چریا کوٹ (اردو، ہندی)، اربعین مالک بن دینار خطبات نسواں۔

ترجمہ، تہذیب وتذہیب: بستان العارفین (اردو)، ایسے تھے مِرے اسلاف، آئیں دیدار مصطفیٰ ﷺ کرلیں، محرم الحرام، اہمیت و جامعیت اور اعمال و وظائف، ربیع الاول، معارف نکات اور اعمال و وظائف، تاجدار کائنات ﷺ کی نصیحتیں برائے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، موت کیا ہے، اور مشکل آسان ہوگئی، یا رسول اللہ ﷺ آپ سے محبت اور آپ پر درود کیوں؟، مذاق کا اسلامی تصور، ترجمان اہل سنت، چار بڑے اقطاب (الجیلانی، الرفاعی، الدسوقی، البدوی)، اپنے لخت جگر کے لئے، پیارے بیٹے!، اے میرے عزیز!، الجامعۃ الازہر کا ایک تاریخی فتویٰ (اردو، ہندی)

ترتیب وتدوین، تسہیل وتخریج، تحقیق: انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ، برکات الاولیاء، تذکرۃ الانساب، شیعیت کا پوسٹ مارٹم، اثبات شفاعت اور انبیا کی عصمت، دولت بے زوال (اردو، ہندی)، وفیات مشاہیر الفقیہ، رسائل حسن، کلیات حسن، رسائل محدث قصوری، تحفہ رفاعیہ، الباقیات الصالحات "میلاد نامہ"، راندیر میں اہل سنت کی فتح عجیب، بزم گاہ آرزو، دعاے ناصری، حیات اشرف گلشن آبادی (اردو، ہندی)، یسرنا القرآن جدید

☆☆☆

☆ قصبہ ادری ضلع مئو، اتر پردیش

بزم ادب

امریکہ میں نعتیہ شاعری کے فلک کا چاند قمرؔ بستوی

محمد غوث سیوانی★

دلوں کی دھڑکنوں کو تیز کر ڈالا قمرؔ تو نے
بیان سید والا سنایا ہی کچھ ایسا ہے

امریکہ نشیں شاعر حضرت قمرؔ بستوی کا یہ شعر تعلّی نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے۔ وہ زود گو کے ساتھ ساتھ ایک پُر گو اور قادر الکلام شاعر ہیں اور ان کی شاعرانہ عظمت مسلم ہے۔ وہ ایک باصلاحیت اور ذی علم شخص ہیں اور کسی بھی صنف شاعری میں بہت اونچے معیار کا ادب دے سکتے ہیں مگر خود کو حمد و نعت کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ وہ نعتیں محض اس لئے نہیں لکھتے کہ یہ ایک صنف ادب ہے بلکہ اسے عبادت اور جز و ایمان مانتے ہیں۔ ان کی نظم و نثر کے مضامین اسی کے گرد گھومتے ہیں اور تحریر و تقریر کا مقصد اصلی نعت گوئی ہی ہے۔ انھوں نے غزل، نظم، مسدس، قطعات، رباعی، قصیدہ وغیرہ کے فارم میں نعتیں کہی ہیں اور فن کا حق ادا کیا ہے حالانکہ نعت گوئی کا حق تو کبھی ادا ہی نہیں ہو سکتا۔

فکر قمرؔ ہے سر افگندہ ، وصفِ نبی کیا نظم کرے
لفظ ہو اُن کی ذات کے شایاں ، کیا ایسا ہو سکتا ہے ؟

یوں تو جب سے امریکہ میں مسلمانوں کے قدم پہنچے ہیں تب سے یہاں صنف نعت بھی پھل پھول رہی ہے مگر ۱۹۵۰ء کی دہائی سے اس میں اضافہ ہوا جب بھارت اور پاکستان سے بڑی تعداد میں مسلمان، تلاش معاش میں سات سمندر پار پہنچے۔ ان کی بڑی تعداد امریکہ کے بڑے شہروں، نیویارک، کیلیفورنیا، شکاگو، ٹکساس، ہاسٹن، واشنگٹن، مشکن وغیرہ میں رہائش پذیر ہوئی۔ ان میں شعراء بھی شامل تھے جنھوں نے دوسری اصناف ادب کے ساتھ ساتھ نعتیں بھی لکھیں۔ امریکہ میں جن اردو شعراء وشاعرات نے صنف نعت میں طبع آزمائی کی ہے ان میں نمایاں نام صلاح الدین ناصر (نیویارک)، حامد امروہوی (شکاگو)، رشید عیاں (نیویارک) مخفی امروہوی (شکاگو)، سیما عابدی (شکاگو)، صوفی امان خان دِلؔ (نیویارک) سید ظفر حسین نقوی (ہیوسٹن ٹکساس) سلطانہ مہر (لاس اینجلس) سید اللہ بخش سازؔ (کیلی فورنیا)، ڈاکٹر توفیق انصاری احمدؔ (شکاگو)، ایس۔ زیڈ حسن (شکاگو) اور قمرؔ بستوی (ہیوسٹن) کے ہیں مگر آخر الذکر کی حیثیت اس میدان میں اس لئے ممتاز ہے کہ انھوں نے شاعری کی دوسری اصناف کی بجائے پوری توجہ صرف حمد و نعت پر مرکوز رکھی۔

حضرت قمرؔ بستوی کے کم از کم آٹھ نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں یا زیر طبع ہیں۔ جو باتیں انھیں دوسرے شعراء سے ممتاز کرتی ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ ایک متبحر عالم دین، مقرر ذی متین، ترجمان شرع مبین اور لا جواب نثر نگار کے ساتھ ساتھ سرزمین امریکہ پر عشق رسول کے مبلغ ہیں۔ وہ ان شعراء میں سے نہیں جن کے لئے نعتیہ شاعری محض ایک صنف سخن ہو بلکہ ان کے لئے نعت گوئی ایمان وایقان کا حصہ ہے۔

ان کی محبت جانِ ایماں ، رب جس کو تفویض کرے
بے اس کے ہو کامل ایماں کیا ایسا ہو سکتا ہے ؟

نعت گوئی ایک مشکل صنف ہے۔ کوئی محض عقیدت اور طبع موزوں کے ساتھ نعتیہ اشعار نہیں کہہ سکتا۔ اس کے لئے دینی علم اور شرعی حدود سے واقفیت لازمی ہے کہ تا کہ اس کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھا جا سکے۔ معروف نقاد فرمان فتح پوری رقم طراز ہیں:

’’نعت کا موضوع ہماری زندگی کا ایک نہایت عظیم اور وسیع موضوع ہے۔ اس کی عظمت و وسعت ایک طرف عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہے۔ شاعر کے پائے فکر میں ذرا سی لغزش ہوئی اور وہ نعت کے بجائے گیا حمد و منقبت کی سرحدوں میں۔ اس لئے اس موضوع کو ہاتھ لگانا اتنا آسان نہیں جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ حقیقتاً نعت کا راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔‘‘
(نقوش رسول نمبر، لاہور، ج ۱۰، ص ۲۵)

حضرت قمر بستوی چونکہ خود ایک عالم دین ہیں لہٰذا وہ نعت کی سرحد وسیما سے واقف ہیں اور تلوار کی دھار پر انتہائی مہارت کے ساتھ چلتے ہیں۔ نعت اور حمد کے فرق کو ایک ایک مصرع میں وہ کس مہارت

ساتھ نبا ہتے ہیں، اس کی مثال ذیل کے اشعار میں دیکھ سکتے ہیں:

میرے حرفوں کو معنیٰ کی تنویر دے
فکر کو میرے تقویٰ کی تطہیر دے
حمد تیری لکھوں ، نعت سرکار کی
سوزِ دل کی خدا اس میں تاثیر دے
مدحتِ مصطفیٰ میں چلے جب قلم
میرے حرفوں کو آداب و توقیر دے
ذکر پاکِ نبی میں زباں تر رہے
وہ تکلم دے مجھ کو وہ تقریر دے

بعض شعراء کے نعتیہ کلام میں بکثرت محاورات ، مصطلحات ، ضرب الامثال ، اقوال ، صنائع و بدائع کا استعمال دیکھنے کو ملتا ہے مگر جناب قمرؔ بستوی کی شاعری عموماً سادہ اور سلیس ہوتی ہے، جو عام قاری کی فہم وادراک کے قریب محسوس ہوتی ہے ۔ باوجود اس کے مضامین میں گہرائی اور گیرائی ہے۔

تخلیق کائنات کا عنواں حضور ہیں
اصلِ وجودِ عالم امکاں حضور ہیں
ہر پھول میں ہے حسنِ جمالِ محمدی
ہر گلستاں کی فصلِ بہاراں حضور ہیں
ادھر بھی کیجئے چشم کرامت یا رسول اللہ
گدا کو دیجئے اب پھر اجازت یا رسول اللہ

قمرؔ بستوی نے بہت سی نعتوں میں مشکل زمین کا بھی انتخاب کیا ہے۔ کہیں قافیہ مشکل ہے تو کہیں ردیف کو نبھانا آسان نہیں مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ مضامین پھر بھی گنجلک یا مبہم نہیں بلکہ ایسی نعتوں میں پروازِ خیال زیادہ بلند نظر آتا ہے:

عطا ہوئی ہے اُنھیں اختیار کی چادر
تنی ہوئی ہے نبی کے وقار کی چادر
چمک اٹھا ہے مرا جسم کہکشاں کی طرح
جو اوڑھی شہرِ نبی کے غبار کی چادر
حرا سے پھوٹی جو حق ترجمان کی خوشبو
زبانِ وحی سے بکھری دہان کی خوشبو
لگائی گھر میں جو تصویر گنبدِ خضریٰ
بکھر رہی ہے ہر اک سومکان کی خوشبو

چمک اٹھی مری تنہائیِ شب مہک اٹھی مری لیلائیِ شب
دلِ مجھو جا پہنچا مدینہ سمٹ کر رہ گئی پہنائیِ شب
کہاں تھا خلد تھی یا شہر بطحا بڑی دلگیر تھی رعنائیِ شب

نعتیہ شاعری کے لئے محض طبع موزوں اور زبان وبیان پر دسترس کافی نہیں، ورنہ شاعری، قافیہ پیمائی بن کر رہ جاتی ہے۔اس کا سب سے بنیادی عنصر، محبت رسول ہے۔ظاہر ہے کہ پہلا نعت خوان نبی، خود اللہ تبارک وتعالیٰ ہے، جس نے قرآن کریم اور دیگر آسمانی صحیفوں میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح خوانی بے حد محبت سے فرمائی ہے۔ گویا جب کائنات کا وجود نہ تھا' چرند و پرند کی تخلیق نہیں ہوئی تھی' زمین کا فرش نہ بچھا تھا اور آسمان کے شامیانے نہیں لگے تھے، جنت ودوزخ، حور وغلماں، لوح وقلم اور عرش وکرسی، کسی کا وجود نہ تھا، تب بھی محبت رسول کے ساتھ ہی نعت خوانی کی گئی تھی اور آج بھی وہی شعراء اس میدان میں کامیاب ہیں جن کے دل اس نعمت عظمیٰ کی آماجگاہ ہیں۔قمرؔ بستوی خود سنت رسول کا پیکر ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کا دل، عشق رسول کے نور سے معمور ہے۔

وہی تو لے کے تجھ کو خلد میں بے خوف جائے گا
قمرؔ تو نے نبی کا عشق جو دل میں بسایا ہے

راقم الحروف موصوف کو ۱۹۸۲ء سے جانتا ہے اور تقریباً چار سال تک ان کے زیر تربیت رہنے کی خوش نصیبی حاصل ہوئی۔اس دوران کبھی بھی دینی معاملات میں تساہلی کرتے، یا سنت رسول سے غفلت برتتے نہیں دیکھا۔اکثر نعت خوانی کی محفلوں میں ان کی آنکھیں نم ہوتی دیکھی ہیں اور جب بھی ذکر مدینہ، ان کی زبان سے سنا، آواز گلوگیر ہوتی محسوس کی ہے۔

ذراسا فاصلہ ہے ان کے در کا دیدۂ تر سے
اِدھر آنکھیں ہوئیں نم دل مچل کر چل دیا گھر سے
یہ کہہ کر اس نے میرے دل کی دھڑکن تیز کر ڈالی
ابھی میں لوٹ کے آیا ہوں کل، سرکار کے در سے

حضرت مفتی محمد قمر الحسن قمرؔ بستوی بنیادی طور پر ایک ہندوستانی ہیں جو گزشتہ تیس برسوں سے امریکہ میں مقیم ہیں اور اب وہاں کے شہری بھی ہو چکے ہیں۔ اتر پردیش کا ضلع بستی ان کا آبائی وطن ہے۔ وہ

نصاب نظامیہ وعالیہ کے مطابق فاضل ہیں اور لکھنؤ یونیورسٹی وعلی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے فارسی اور عربی میں ایم اے ہیں۔ان کی تحریر ہی شستہ وشائستہ نہیں ہوتی بلکہ ان کی بولنے کی زبان بھی انتہائی فصیح وبلیغ اور عالمانہ ہے۔وہ اردو میں گفتگو کرتے ہیں یا خطابت کرتے ہیں تو گویا زبان کا حق ادا کردیتے ہیں اور امریکہ میں ایک طویل مدت سے قیام کے باوجود تقریر کے دوران انگلش کا ایک لفظ زبان پر نہیں آتا۔ظاہر ہے کہ اس کا اثر اُن کی شاعری کی زبان میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ذیل کے اشعار ملاحظہ کریں جن میں مضمون آفرینی اور فکر وخیال کی بلندی ہی نہیں بلکہ زبان کے حسن کی چھٹائیں بھی بکھرتی نظر آرہی ہیں۔

نگاہوں میں دیارِ سید والا سمایا ہے
زباں پر اللہ اللہ نام نامی ان کا آیا ہے
انھیں کا ذکر ہے گلشن میں، صحراؤں میں دریا میں
انھیں کا نورِ اقدس دو جہاں میں ہر سو چھایا ہے
یہ باغ و بن کی رعنائی، گل وگلشن کی گلکاری
جمال سرورِ عالم سے دنیا کو سجایا ہے

مصطفیٰ لکھنا نور لکھ دینا — ان کو دل کا سرور لکھ دینا
ہر گلی کوچہ قدسیوں کا ہجوم — شہر طیبہ کو طور لکھ دینا
پھول پتی کلی کلی اُن کی — صحن عالم کی دلکشی اُن کی
چھو لیا عرش کی بلندی کو — یاد مجھ کو جب آ گئی اُن کی
نبی کا ذکر کیا اور ہوا مہکنے لگی — پڑھا سلام تو گھر کی فضا مہکنے لگی
وسیلہ سرور کونین کا لیا جب بھی — سکون دل کو ملا اور دعاء مہکنے لگی
زباں پہ آیا مری جب بھی یارسول اللہ — افق افق پہ یہ پیاری صدا مہکنے لگی

غزل

ایسی ہوا چلی ہے کہ گھر بھی نہیں رہا
بچپن کا میرا دوست شجر بھی نہیں رہا
انگلی پکڑ کے کون چلائے گا راہ پر
نہ ماں ہے ، نہ ہی بھائی ، پدر بھی نہیں رہا
حاجت بھی ہوگی کیا بھلا اب سائبان کی
دوش بدن پہ اپنے تو سر بھی نہیں رہا
یہ خونچکاں سماج اور یہ چیخ یہ پکار
جیسے کہ اب دعا میں اثر بھی نہیں رہا
جو روک دے درندگی کے اس نظام کو
ایسا زمیں پہ اہل نظر بھی نہیں رہا
ایوان اقتدار میں بیٹھے ہیں کم نظر
جن کو شعورِ خیر اور شر بھی نہیں رہا
غش کھا کے گر پڑا جو خبر اس نے یہ سنی
اب اس جہاں میں لخت جگر بھی نہیں رہا
جلتی تڑپتی لاش پہ افسوس کر سکے
اس شہر میں اک ایسا بشر بھی نہیں رہا
فریاد کس سے کیجئے ، انصاف مانگئے
روئے زمیں پہ ایسا اک در بھی نہیں رہا
اب وسعت فلک کی ہو تسخیر کس طرح
تکیہ تھا جس پہ اب تو وہ پر بھی نہیں رہا
بویا ہے کس نے شہر میں یہ نفرتوں کا بیج
پیڑوں پہ الفتوں کا ثمر بھی نہیں رہا
جتنے تھے اب چمن کے وفا کیش اٹھ گئے
آئی خبر وطن سے قمرؔ بھی نہیں رہا

غزل

مرے ضمیر کو اپنا غلام مت سمجھو — تم اپنے آپ کو سب کا امام مت سمجھو
نہ جانے کونسا جوہر ہے اس میں پوشیدہ — امیر شہر ! اسے فرد عام مت سمجھو
ابھی بہت سے یہاں باضمیر زندہ ہیں — تم اپنے نقص کو تعبیر تام مت سمجھو
یہ قتل وخون یہ فاقہ کشی یہ لوٹ کھسوٹ — اِسے زمانے کا کامل نظام مت سمجھو
اگر ملا ہے کوئی منصب ہمہ گیری — یہ چندروزہ ہے اس کو دوام مت سمجھو
اندھیرا بانٹ کے تم روشنی کے خواہاں ہو — اسے حیات کی طولانی شام مت سمجھو
اگر اجاڑو گے تم مفلسوں کے چھپر کو — تو اپنے محل کو قصر دوام مت سمجھو
لبوں پہ خامشی کا قفل گر ہے آویزاں — تو خود کو آپ مدار المہام مت سمجھو
وہی ہے فاتح عالم جو دل کو رام کرے — مگر اُسے کوئی آسان کام مت سمجھو
تمہارا عہد قمرؔ ہے طلسم ہوشربا — کسی بھی امر کو بالالتزام مت سمجھو

☆☆☆

☆نئی دہلی، ghaussiwani@gmail.com

بزم سخن

نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عجم سے اشک عرب کی زمین تک پہنچے
مرا پیام رسولِ امین تک پہنچے

بفیض شاہ جہاں گیر عزتیں پائیں
کئی جزیرے ہماری جبین تک پہنچے

اب اس سے بڑھ کے محبت ہو کیا؟ قصیدہ کیا؟
حضور عرشِ معلیٰ نشین تک پہنچے

نبی کی باتیں سنو اور آگے پھیلاؤ
وفورِ غارِ حرا ہر ذہین تک پہنچے

سنا وداع کے خطبے میں بلّغو عنی
صحابہ گھر سے چلے اور چین تک پہنچے

ادھر حضور کی ناموس کی صدا آئی
ادھر ہمارے قدم اٹھ کے زین تک پہنچے

معوذ اور معاذ اپنے پیر کی خاطر
صغر سنی میں صفِ اولین تک پہنچے

عاجز کمال رانا، خوشاب، صوبہ پنجاب

استغاثہ بحضور سرورِ کائنات

سر اُٹھائے ہے شر رسول اللہ
وقت ہے پُر خطر رسول اللہ

سخت مشکل میں ہیں مکین وطن
لیجیے گا خبر رسول اللہ

جوش پر ظالموں کی شدت ہے
کیجیے ہم پر نظر رسول اللہ

تضمین بر شعر ''اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے''

چھائی ہوئی عالم پہ قیامت کی گھٹا ہے　　بدلی ہوئی دنیا میں زمانے کی ہوا ہے
گردش میں مسلماں ہیں فلک کانپ رہا ہے　　غیروں کی شکایت نہیں اپنی ہی خطا ہے
''اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے　　اُمّت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے''

اے ختم رسل ، فخر عرب ، شانِ مدینہ　　اے حامیِ کل ، رحمتِ حق ، جانِ مدینہ
قائم ہے ترے نام سے ایوانِ مدینہ　　اللہ کی مخلوق میں تو سب سے بڑا ہے
''اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے　　اُمّت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے''

اسلام پہ پھر دشمن دیں ٹوٹ پڑے ہیں　　غارت گرِ ایمان تباہی پہ اڑے ہیں
جھنڈے ترے ہر سمت خدائی میں گڑے ہیں　　جب چاہا ہے کفار کا رخ موڑ دیا ہے
''اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے　　اُمّت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے''

وہ تیرے مہاجر تیرے انصار کہاں ہیں　　جو بدر و احد میں تھے وہ سردار کہاں ہیں
مکے میں جو تھے ساتھ وہ دو چار کہاں ہیں　　کچھ دیر کو پھر وقت انہیں مانگ رہا ہے
''اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے　　اُمّت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے''

کفار کے نرغے میں ہے اسلام کا عالم　　جو خاص کا عالم ہے وہی عام کا عالم
ہو مصر کا ، اردن کا کہ ہو شام کا عالم　　ہر صاحبِ ایمان کے لب پر یہ صدا ہے
''اے خاصہِ خاصانِ رسل وقت دعا ہے　　اُمّت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے''

اغیار کی ہیں گنبد خضرا پہ نگاہیں　　مسدود ہوئی جاتی ہیں ایمان کی راہیں
اسلام کے سینے سے نکلنے لگی آہیں　　فاران کی چوٹی پہ بڑا شور مچا ہے
''اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے　　اُمّت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے''

اے قبلہ اوّل کے نگہباں مری سن لے　　اے عرش پہ اللہ کے مہماں مری سن لے
اے قبلہ دیں کعبہ ایماں مری سن لے　　جو تیری رضا ہے وہی خالق کی رضا ہے
''اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے　　اُمّت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے''

تضمین نگار: منوّر بدایونی

بہت عظیم ہے رتبہ تمہارا یا زہرا

بہت عظیم ہے رتبہ تمہارا یا زہرا　　ہے عرش و فرش میں چرچا تمہارا یا زہرا
ہر ایک فضل سے جامع یہی فضیلت ہے　　پدر ہے سید بطحا تمہارا یا زہرا

عرصۂ زیست ہو گیا ہے تنگ
عہد ہے پر ضرر رسول اللہ

حوصلہ دیں مقابلِ باطل
ہم ہوں سینہ سپر رسول اللہ

ہائے افسوس ہادیانِ ملل
ہیں اسیرانِ زر رسول اللہ

کوئی پُرسانِ حالِ زار نہیں
ہم کو بخشیں ظفر رسول اللہ

بھول بیٹھے ہیں آپ کی سیرت
ہم ہوئے بے ہنر رسول اللہ

پھر ہماری دعا مؤثر ہو
چھن گیا ہے اثر رسول اللہ

پھر مدینے کی یاد آتی ہے
اب کے اذنِ سفر رسول اللہ

پائے مرہم مشاہدؔ مضطر
اے مرے چارہ گر رسول اللہ

فریاد کناں: محمد حسین مشاہد رضوی

نعت پاک

مصرع طرح

چھو کے نعلین کرم غار حرا کیف میں ہے

ایک اک گوشۂ احساس ثنا کیف میں ہے
نافۂ آہو گلزار نوا کیف میں ہے

از زمیں تا بفلک کس کے ہیں نوری جلوے
فرش ہے سحر میں تو عرش علا کیف میں ہے

سونگھ کر خوشبو ، گیسو ، حبیب داور
زعفراں کیف میں ہے مشک ختا کیف میں ہے

عفیفہ ایسی کہ قرباں ہوں عفتیں جس پر
نجابتوں میں ہے شہرہ تمہارا یا زہرا

روا ہوئی اسے بحرِ سخا کی ملکیّت
وہ جس نے پالیا قطرہ تمہارا یا زہر

چمک سے اس کی منور ہوئے زمین و زماں
جسے نصیب ہے ذرہ تمہارا یا زہرا

تمہاری شان میں نازل ہے آیۂ تطہیر
مقام کیسا ہے اعلیٰ تمہارا یا زہرا

وہ دو جہان میں کیوں کر نہ سرخرو ہوگا
ہے جس کے لب پہ ترانہ تمہارا یا زہرا

رسائی پائے گا وہ منزلِ نجات تلک
جسے نصیب ہو رستہ تمہارا یا زہرا

تمہاری بھیک ہے ہر اک گدا کے کاسے میں
زمانہ کھاتا ہے صدقہ تمہارا یا زہرا

لحد میں اس کو جوابات یاد آئیں گے
وہ جس کو یاد ہے شجرہ تمہارا یا زہرا

خدا کرے یہ قیامت میں سب گواہی دیں
کہ ہے مشاہدؔ خستہ تمہارا یا زہرا

عرض نمودہ: محمد حسین مشاہدؔ رضوی (مالیگاؤں، انڈیا)

حضرتِ عبدالحلیم

یادگارِ اسلافِ کرام، خلیفہ مفتیٔ اعظم ہند، مجاہد ملت، قطب مدینہ حضرت مفتی عبدالحلیم رضوی اشرفی علیہ الرحمہ (بانی جامعہ فیض الرضا ددری) کے سانحہ ارتحال پر چند تعزیتی اشعار

کر گئے آنکھوں کو پُرنم حضرتِ عبدالحلیم
دے کے فرقت کا نیا غم حضرتِ عبدالحلیم

چل دِیے سوئے بقا ہم سب کو روتا چھوڑ کر
سنیت کے ایک ضیغم حضرتِ عبدالحلیم

ماہِ رمضان المبارک میں گئے سوئے جناں
وقت کے اک شیخ اعظم حضرتِ عبدالحلیم

سیرت و کردار میں تھے اک نمایاں شان کے
عاشق نورِ مجسم حضرتِ عبدالحلیم

جس سے تبلیغ و اِشاعت کی فضا ہموار ہو
کام وہ کرتے تھے ہردم حضرتِ عبدالحلیم

سادگی کا اک نمونہ ، فکر و فن کے شہسوار
علم و تقویٰ کے تھے سنگم حضرتِ عبدالحلیم

جامعہ فیض الرضا کی شکل میں لہرا گئے
حکمت و دانش کا پرچم حضرتِ عبدالحلیم

آپ نے روشن کیے جو علم و عرفاں کے چراغ
لو نہ ہوگی اس کی مدّھم حضرتِ عبدالحلیم

سچ ہے گوہرؔ صاحبانِ علم و فن کے درمیاں
تھے مکرم اور معظم حضرتِ عبدالحلیم

تعزیت نگار: محبوب گوہر اسلام پوری

آنسو

خشک ہونے بھی نہیں پاتے ہمارے آنسو
پھر نکل آتے ہیں لے کر نئے دھارے آنسو

عاشق الرحمٰن حبیبی بھی چلے دنیا سے
سن کے بیتاب ہوئے درد کے مارے آنسو

دیں کا مہتاب چھپا ، رو پڑی چشم افلاک
غم کی آنکھوں سے زمیں نے بھی ابھارے آنسو

علم کے سیکڑوں مہر و مہ و انجم ڈوبے
شدتِ غم سے لہو بن کے ہیں وارے آنسو

جانے والوں کی جدائی میں ہے آہ و زاری
ایک جیسے ہیں ، ہمارے کہ تمہارے آنسو

اِس میں پوشیدہ ہے اپنوں کی محبت کا بیاں
رشتۂ قلب و جگر کے ہیں اشارے آنسو

کرسی و لوح و قلم سدرہ و جنت جھومیں
رات اسرا کی ہے اور قصر دنا کیف میں ہے

روزن خواب سے آیا ہے کرم کا جھونکا
شب تنہائی کی زنبیل صدا کیف میں ہے

جاں چھڑکنے کو ہے بیتاب عروس تخئیل
بزم توصیف ہے قندیل وفا کیف میں ہے

در پہ آتا ہے جو بھر بھر کے لیے جاتا ہے
جود پر دست ہے دریائے سخا کیف میں ہے

اک تسلسل میں ہے باران کرم کی رم جھم
ہے طلب وجد میں منگتے کی ردا کیف میں ہے

بن ارث خدری بلال اور صہیب رومی
قدم ناز پہ جو بھی ہے فدا کیف میں ہے

سنگ در سامنے ہے کیوں نہ لٹاؤں سجدے
ہاں خرد جذب میں ہے، عشق مرا کیف میں ہے

نورِ مدحت نے اجالی شب فرقت فاتح
مژدۂ وصل ملا بانگ درا کیف میں ہے

فاتح چشتی مظفر پوری

اہل سنت اکیڈمی، دہلی کی صدارت پر مبارکباد

سجا جو آپ کے سر آج ظفر الدین برکاتی
مبارک ہو یہ ملی تاج ظفر الدین برکاتی

بفیض حافظ ملت جہانِ علم و دانش پر
کریں گے آپ اک دِن راج ظفر الدین برکاتی

نتیجۂ فکر
سید قیصر خالد فردوسی، دہلی

رحم فرما اے خدا اجڑی ہوئی دنیا پر
ہاتھ پھیلا کے، بڑے غم سے پکارے آنسو

سارے بیماروں کو پوشاکِ شفا دے یارب
تیرے دربار میں دامن ہیں پسارے آنسو

کتنے غم کھائے، جنازوں پہ جنازے دیکھے
زخم پر زخم ملے، پھر بھی نہ ہارے آنسو

آب ہو خشک، تو سینے سے لہو لیتے ہیں
ایسے اِس دَور میں کرتے ہیں گزارے آنسو

اِن کو سستا نہ سمجھ! یہ ہے متاعِ انمول
جان کے ٹکڑے ہیں اور دل کے ہیں پارے آنسو

کبھی یادوں، کبھی مظلوم کی آہوں میں بسے
کہیں پانی، کہیں شعلوں کے شرارے آنسو

مول بڑھ جاتا ہے گر الفت آقا میں بہیں
یہ وہ در ہے جہاں بنتے ہیں ستارے، آنسو

صدفِ دل نے گُہر کر کے اِنھیں بھیجا ہے
ہم نے صدقے کی طرح اُن پہ اتارے آنسو

آ تجھے پھر سے نہاں خانۂ دل میں رکھ لوں
تو محبت کا نشاں ہے مرے پیارے آنسو

شرمِ عصیاں میں جو اللہ کے ڈر سے نکلیں
آتشِ نار بجھاتے ہیں وہ سارے آنسو

اپنے پاس اِس کے سوا اور فریدیؔ کیا ہے
غم کی ہر راہ میں ہیں دل کے سہارے آنسو

آہ بلبل بنگال

خطیب شیریں مقال، بلبل بنگال حضرت مولانا حنیف قادری رضوی علیہ الرحمہ
وصال ۲۷ شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ/ ۱۰، اپریل ۲۰۲۱ء بروز ہفتہ، سات بجے شام

وصفِ آقا میں جو گنگناتا رہا
آہ وہ چھوڑ کر ہم کو، جاتا رہا

باغِ اسلام کا بلبل خوشنوا
عمر بھر رنگ محفل جماتا رہا

چل دیا وہ وقارِ سخن، وہ حنیف
جو خطابت کے گوہر لٹاتا رہا

جس کے لہجے میں تھا سوزِ حُبّ نبی
یادِ آقا میں روتا، رلاتا رہا

کیا خطابت تھی، کیا رنگ توصیف تھا
عشق و عرفاں کی مے وہ پلاتا رہا

زندہ دل، نرم خُو، اور سادہ مزاج
ہر قدم پر وہ سب سے نبھاتا رہا

اُس کی تقریر تھی یا اذانِ سحر
قوم و ملت کو جس سے جگاتا رہا

گفتگو میں ظرافت کی خوشبو لیے
راحتیں بانٹ کر مسکراتا رہا

طرزِ اصلاح اُس کی بہت خوب تھی
قوم کی ہر برائی مٹاتا رہا

روحِ فکر رضا، اُس کے پیکر میں تھی
نجدیت پر وہ خنجر چلاتا رہا

اہل باطل سے لڑتا رہا عمر بھر
دشمنِ دیں پہ بجلی گراتا رہا

خاکِ بنگال کو، اُس گہر پر ہے ناز
علم و فن کے جو دریا بہاتا رہا

رب اُسے بخش دے پنجتن کے طفیل
نعرۂ حق سدا وہ لگاتا رہا

اُس کی خدمات ہوں یا الٰہی قبول
راہِ حق پر جو سب کو چلاتا رہا

اے فریدیؔ سلامی اُسے پیش ہے
جو قمر کی طرح جگمگاتا رہا

کاوش فکر: محمد سلمان رضا فریدیؔ صدیقی مصباحی مسقط، عمان

برطانیہ میں عرسِ چہلم علامہ ممتاز احمد اشرف القادری مبارکپوری

ارشاد احمد شیدا رضوی مبارکپوری★

عالم ربانی وخطیب برطانیہ ممتاز العلماء حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری مصباحی مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ، بریڈفورڈ (ویسٹ یارکشائیر انگلینڈ کا عرس چہلم ۲۳ مئی ۲۰۲۱ء بروز اتوار بعد نماز ظہر مفتی قاضی حسن رضا کی عظیم درسگاہ المرکز الاسلامی بریڈفورڈ میں اہتمام کے ساتھ روحانیت سے لبریز ماحول میں منایا گیا۔ اس روحانی محفل میں گلاسگو، مانچسٹر، بولٹن، بلیک برن، پرسٹن، ہیکمنڈ وائک، راچڈیل اور بریڈفورڈ (وغیرہ) برطانیہ کے دیگر شہروں کے مقتدر علمائے کرام، مفتیان عظام، مشائخ وسادات کرام، قراء ونعت خواں حضرات بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ محفل کا آغاز ۸ سالہ محمد اویس اشرف سلمہ نبیرہ حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری نے اپنے مخصوص اور معصوم انداز میں تلاوت قرآن مقدس سے کیا۔ اس کے بعد آپ کے چھوٹے صاحب زادے محمد نعیم اشرف اور آپ کے بھانجے محمد نعیم عزیزی اور علامہ قاری محمد رضوان نعیم امام وخطیب المرکز الاسلامی بریڈفورڈ نے تلاوت قرآن پاک اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سامعین کرام کے ایمان وعشق رسول کو تازہ کیا۔ ارشاد احمد شیدا رضوی مبارکپوری (صاحب زادہ علامہ ممتاز احمد اشرف القادری) نے اپنے استقبالیہ خطبہ میں تمام شرکائے محفل کا حسب مراتب پُرخلوص خیر مقدم کرتے ہوئے حضرت موصوف علیہ الرحمہ کے محاسن ومکارم، اندرون وبیرون ملک بالخصوص یورپ اور اپنے مستقل رہائشی وطن عزیز بریڈفورڈ میں درسِ حدیث وقرآن اور اشاعت تبلیغ دین متین ورلڈ اسلامک مشن کے حوالے سے جو ناقابل فراموش خدمات قوم وملت کیلئے انجام دیا ہے، پر اجمالی خاکہ پیش کیا اور علامہ موصوف علیہ الرحمہ کے معمولاتِ روز وشب، عبادت ریاضت، تقویٰ وطہارت، حسن مروت ومودت پر بالاختصار روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ حضرت علامہ موصوف نہایت ہی حلیم وبردبار، خوددار اور شریعت مطہرہ کے پابند، دورحاضر کے حالات پر طائرانہ ومفکرانہ نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم ادیب اور بہترین السان شاعر، سچے عاشق رسول اور رخدا ترس عابد شب گیر بھی تھے۔ فقہی مسائل اور احکام شرع کے نفاذ وعمل میں حالات ومعاملات جس کسی سے ہوں یا جو بھی ہوں، گردش ایام لاکھ سر اٹھائے، بادِمخالف ہزار جتن کرے مگر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا اور تا دم آخر اُسی پر قائم بھی رہے۔ آپ کا یہ عزم مصمم اور عمل پیہم یوں منادی کر رہا ہے کہ

یوں جائے طیبہ چھوڑ کے طوبیٰ کی چھاؤں میں
دیوانہ آ گیا شہ بطحا کی چھاؤں میں
آواز دو! کہاں ہیں زمانے کی گردشیں
بیٹھا ہوں اب میں گنبد خضرا کی چھاؤں میں

(اشرف القادری، صبح حرم)

اور عقیدۂ حنفی ومسلکِ رضویت میں استحکام کو برقرار رکھنے اور حوصلوں میں پختگی پیدا کرنے کے لئے یوں صدا بار ہے ؎

دوریاں ساری سمٹ کر خود قریب آ جائیں گی
عارفِ باللہ سے نظریں ملا کر دیکھئے

(شیدا رضوی، دبستانِ عقیدت)

شرکائے محفل عرسِ چہلم: مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی مصباحی مانچسٹر، مفتی شمس الہدیٰ رضوی مصباحی دارالافتاء کنز الایمان ہیکمنڈ وائک، مولانا محمد فروغ القادری گلاسکو، مفتی قاضی حسن رضا بانی وپرنسپل المرکز الاسلامی بریڈفورڈ، ثانی بیکل بلبل خوشنوا قاری محمد اسماعیل مصباحی راچڈیل، مولانا محمد نظام الدین رضوی بلیک برن، مولانا اقبال احمد مصباحی بولٹن، حافظ وقاری خیرالدین صاحب خطیب وامام مسجد غوثیہ بلیک برن، مولانا محمد یونس مدرس مسجد نورالاسلام بولٹن، مولانا عمر حیات قادری خطیب وامام مسجد غوثیہ ہڈرسفیلڈ، قاری سیف اللہ لاہوری، مولینا محمد ابراہیم مدرس مدنی جامع مسجد ہیلیفکس، مولانا محمد اشتیاق صاحب منیجر واستاد، مولانا قاری محمد رضوان صدر المدرسین المرکز الاسلامی بریڈفورڈ، مفتی محمد اسلم بندیالوی، حافظ محمد حیات نقشبندی، پیر سید ظہور شاہ سابق صدر سلطان باہو ٹرسٹ ، الحاج

ملک رحمت اعوان بریڈفورڈ اور پیروکارانِ حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری کا ایک جم غفیر بارگاہِ ممتاز العلماء میں اپنی برستی ہوئی آنکھوں سے نذرانۂ عقیدت پیش کررہا تھا۔ بارگاہِ ممتاز العلماء میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی فرماتے ہیں:

اتنے عظیم المرتب اور مقتدر علمائے کرام کا ایک ساتھ ممتاز العلماء علامہ ممتاز احمد اشرفؔ القادری مبارکپوری کے عرس چہلم میں جمع ہوجانا بڑے ہی اعزاز کی بات ہے اور یہ بہترین خراج عقیدت ہے۔ علامہ ممتاز احمد صاحب قبلہ کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ انھوں نے بڑی ہی خاموشی کے ساتھ دین متین کی خدمت انجام دی۔ انتہائی باوقار عالم، نہایت باصلاحیت مدرس، انتہائی عظیم صاحب مطالعہ حالاتِ حاضرہ پر نظر رکھنے والے اور سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ علمی نقاط کو عوامی زبان میں پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے اور وہ دلائل کی زبان میں بات کرتے تھے۔ ان کا انداز خطاب نہ جذباتی تھا نہ غیر ضروری تھا، نہ واقعاتی تھا، وہ دلائل بولتے اور محفل میں چھاجاتے تھے۔ یہ ان کی بہت بڑی خصوصیت تھی اور یہ اُن کا علمی طرزِ عمل تھا۔

علامہ ممتاز صاحب قبلہ نے برطانیہ میں پچاس سال سے زیادہ قیام فرمایا ہے۔ یہ اُس وقت یہاں تشریف لائے جب یہاں نہ درسگاہیں تھیں، نہ مساجد۔ لوگ یہاں گھروں میں نمازیں پڑھا کرتے۔ خاموشی کے ساتھ انھوں نے ہمارے خواب کو مکمل کرنے کی کوشش کی۔ یہاں اسلامک مشنری کالج کا قیام ہوا، اُس زمانے میں حضرت لیوٹن میں ہوا کرتے تھے، یہ سمجھ کر کے کہ وہ ایک بہترین مدرس ہیں اُس دور کے اشرفیہ کے فاضل ہیں جب وہاں نایاب ہیرے تراشے جاتے، عظیم تر افراد پیدا ہوتے، انھیں یہاں زحمت دی گئی، وہ تشریف لائے اور کم وبیش چار پانچ سال تک کالج میں پڑھایا۔ شاید ہی بریڈفورڈ کا کوئی ایسا خاندان ہو جس کے بچے نے علامہ ممتاز صاحب سے استفادہ نہ کیا ہو۔ ان کے خطابات سے پورے ملک کے لوگوں نے استفادہ کیا۔ ان کی خدمات آج بھی ہر جگہ محسوس کی جاسکتی ہیں۔ یہ وہ وقت تھا جب ایک ایک دن میں چار چار جلسے ہوا کرتے اور لوگ علامہ کے خطابات سے محظوظ ہوتے۔ بریڈفورڈ کی زمین واقعی بہت سخت تھی۔ دوسروں سے یہ کہنا پڑتا تھا کہ ؎

انھیں پتھروں پہ چل کر اگر آسکو تو آؤ
میرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری جب یہاں تشریف لائے تو ملک میں بہار آگئی اور مخالف طبقوں نے یہ سوچا کہ اب ہماری موت ہے اور پھر پروپیگنڈہ ہونے لگے، مناظروں کی مجلسیں سجیں اور اُن کے جواب میں تمام شہروں میں جلسے ہونے لگے اور علامہ ممتاز احمد اشرفؔ القادری مبارکپوری علیہ الرحمۃ والرضوان ہر جگہ موجود ہوتے۔ علامہ کا وجود اس لئے ضروری تھا کہ اگر کوئی بات ایسی کی جائے جس کا جواب علماء سے نہ بن پڑے تو اُن سے حاصل کیا جائے۔ ان کا سب سے بڑا احسان اسلامک مشنری کالج میں ان کا قیام تھا اور ان کے زمانے میں بہت سی علمی شخصیتیں آئیں۔ قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ عبدالستار خان نیازی اور پروفیسر حضرت شاہ فرید الحق صاحب قبلہ، پیر کرم شاہ ازہری جو سب سے پہلے یہاں تشریف لائے مشن کی دعوت پر۔ یہ ساری شخصیتیں یہاں تشریف لائیں اور مولانا ممتاز صاحب کو ہر ایک کی میزبانی کا شرف حاصل ہے۔ اب یہ شخصیتیں ہمارے سامنے نہیں، اب تو اُن کے دیکھنے والوں کی نظر لوگ دیکھ رہے ہیں، ان کے دیکھنے والوں کو دیکھنے کی تمنا کررہے ہیں لوگ۔

الحمدللہ اپنے ملک میں انھیں کوئی کمی نہیں تھی۔ ۷۴ تا ۷۹ء علامہ ممتاز نے اپنے ہاتھوں کھانا پکایا ہے۔ علامہ ممتاز اگر ہندوستان میں ہوتے تو بھی ممتاز ہوتے، درسگاہوں کی جان رہتے وہ، اداروں کی آبرو رہتے وہ، لیکن اس خیال سے کہ مشن کامیاب ہو ہمارے بزرگوں کے خواب پورے ہوں۔ انھوں نے زحمتیں اٹھائیں پورا بریڈفورڈ اِس بات کا گواہ ہے۔ یہ نوجوان (حاجی یونس) جو ریکارڈنگ کررہے ہیں، سامعین میں جلوہ گر عظیم ہستیاں حاجی ملک رحمت اعوان، حاجی ملک فتح محمد وغیرہ صاحبان سب اِس بات کے گواہ ہیں۔ میری خدمات، علامہ ممتاز احمد اشرف القادری، علامہ ارشد القادری اور علامہ قاری محمد اسماعیل کا قیام کہ پورا برطانیہ آج اہلِ سنت کا مرکز ہے۔ پورے یورپ میں برطانیہ کو جو مقام حاصل ہے وہ انھیں کی دین ہے۔

علامہ ممتاز ایک عظیم فقیہ تھے مسائل پر اُن کی گرفت تھی وہ ادراک رکھتے فقہ حنفی کا اور دلائل کی زبان میں بات کرتے۔ ایک عظیم شاعر تھے وہ چاہتے تو شعراء کی دنیا میں اپنا مقام خود بناتے، ایک بہترین قلم کار مصنف تھے۔ آج وہ کالج میں ہمارے ساتھ نہیں لیکن ان کی خدمات ہمارے سامنے ہیں۔ یاد رہے کہ بیج بونے والا خواہ موجود ہو

یا نہ ہو، جب باغ لہلہائے گا، پھول کھلے گا تو اُس کی یاد ضرور آئے گی۔اسلامک مشنری کالج کے قیام پر ایک نہایت ہی قیمتی بورڈ بنایا گیا تھا جس میں انتہائی عظیم دانشور شامل تھے اُن میں جو مدرسین تھے وہ علامہ ممتاز احمد اشرف القادری، علامہ ارشد القادری، علامہ قاری محمد اسماعیل اور علامہ ابوالمحمود نشتر تھے اور میں بھی پڑھاتا تھا۔آج جتنے ادارے اور مساجد اِس زمین پر قائم ہیں ان سب میں ان علماء کے خونِ جگر شامل ہیں۔جو پہلے اِس زمین پر تشریف لائے، انہی علمائے سابقین و اولین کی خدمات سے آج پورا برطانیہ اہل سنت والجماعت کا مرکز بنا ہوا ہے۔پروردگار عالم اُن بزرگوں کے مقامات کو بلند فرمائے اور ان کو اُن کی خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمائے، جو تکلیفیں اور زحمتیں گوارہ کی ہیں وہ ہم جانتے ہیں اور محسوس بھی کرتے ہیں۔

مفتی شمس الہدیٰ مصباحی دارالافتاء کنزالایمان فرمانے لگے کہ علامہ ممتاز صاحب سے میرے بڑے ہی دیرینہ چالیس سالہ علمی اور سماجی روابط رہے ہیں۔آپ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی مدظلہ عالی کے ہم سبق ساتھی تھے۔ایک عظیم دوراندیش مشیر اور مسائل پر عقابی اور بڑی ہی عمیق نظر رکھنے والے۔وہ جو مشورہ دیتے مسلک کے حوالہ سے، سماج و معاشرہ کے حوالہ سے، اداروں کے حوالہ سے تو اُس میں زبردست گہرائی اور گیرائی کے ساتھ ساتھ بڑا ہی منطقیانہ ہوتا تھا جو کسی خاص نتیجہ پر مرکوز ہوتا تھا۔بہت سے موڑ پر میں نے انھیں یہاں اور انڈیا میں بھی دیکھا کہ جہاں بہت سے لوگوں کو بولتے ہوئے پسینہ آتا تھا مگر حضرت نے برملا اظہارِ حق فرمایا اور اُس حدیث پاک کا مفہوم ان کے بیان سے اور زیادہ واضح سمجھ میں آیا: اَفضَلُ الجِهَادِ كَلِمَةُ عِندَ السُلطَانِ الجَائِرِ۔ ظالم حاکم کے سامنے حق گوئی سب سے بڑا جہاد ہے اور ساری زندگی اسی پر قائم رہے۔

علامہ ممتاز احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یقیناً ہندستان سے لے کر یورپ تک علمی حلقوں اور مدارس میں اپنے علم وفن کی ایسی چھاپ چھوڑی ہے جسے دیکھو بصد افتخار یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ حضرت نے ہمارے وہاں خدمات انجام دی ہیں تو مجھے بھی یہ فخر حاصل ہے کہنے میں کہ الحمدللہ حضرت نے ہمارے وہاں خلیل آباد ''نوروں'' میں بھی دین متین کی خدمات انجام دی ہے جہاں پر مدرسہ اشرف العلوم آج بھی حضرت کی نمایاں کارکردگی کا ایک عظیم الشان زندہ وجاوید شاہکار ہے۔اس طرح اور بھی کئی ادارے جو حضرت کی کفالت اور سرپرستی میں چل رہے ہیں مگر حضرت نے اس کا ڈھنڈھورا نہیں پیٹا، کیوں؟ کیوں کہ اللہ والوں کی شان ہی یہی ہوتی ہے کہ دائیں ہاتھ سے خرچ کیا تو بائیں کو خبر نہ ہوئی۔ حضرت علامہ بڑی ہی معروف شخصیت کے مالک اور اپنے عالمانہ وضع قطع میں سادہ مزاج اور سادگی میں اپنی مثال آپ تھے۔

آلناسُ بالباس۔ اپنا اپنا ایک انداز ہوتا ہے مگر وہ اپنے عالمانہ وضع قطع سے ملتے اور حضرت کے وہ دیرینہ اور فرماں بردار ساتھی جو غیرِ عالم ہیں ان کو بھی آج دیکھنے سے لگتا ہے کہ ہاں! صحبت کا نمایاں اثر ہے۔خلیل کا معاملہ خلیل سے سمجھا جاتا ہے اور وہ کون ہے جو اپنی اسلامی وضع قطع کو، اپنے مذہبی تشخص کا کچھ اثر اپنے دوست پر ڈال نہ سکے۔عالم تو وہ ہے کہ چند لمحوں کی نشست سے ان پر ایک نمایاں اثر ہو جاتا ہے اور کیوں نہ ہوتا، علامہ ممتاز شہر علم وفضل مبارکپور کے رہنے والے تھے جہاں اہل سنت والجماعت کی عظیم درسگاہ کی الجامعۃ الاشرفیہ جو صرف ہندو پاک میں نہیں بلکہ پورے برصغیر میں یہ ادارہ اور یہ شہر اپنی مثال آپ ہے اور جلالۃ العلم ابوالفیض حضرت حافظ ملت، محدث مبارک پوری کی آغوشِ تربیت میں پروان چڑھنے والی ذات ممتاز العلماء علامہ ممتاز احمد اشرف القادری کی ذات ہے کہ حافظ ملت اہم اہم موقع پر خاص مشکلات کی گھڑیوں میں انھیں بلا کر مشورہ کیا کرتے۔ بزرگوں کی جب نظر انتخاب کسی پر پڑ جاتی ہے تو بظاہر ہم انھیں سمجھ نہیں پاتے کہ خوبیاں کیا کیا ہیں مگر کسی خاص موقع پر جب سابقہ پڑتا ہے تو پھر آنکھیں کھل جاتی ہیں اور اہمیت سر چڑھ کے بولنے لگتی ہے۔

حضرت جب برطانیہ سے مبارکپور تشریف لے جاتے تو حسنِ شفقت کا مظاہرہ فرماتے، ہم سب کو بھی اپنا ساتھی سمجھ لیتے حالانکہ وہ میرے باپ کی منزل میں تھے، درسگاہ میں آتے، بیٹھے رہتے اور ہم سب اپنا درس دیتے رہتے۔کبھی قیام گاہ پر بلاتے یا خود آجاتے، کوئی تکلف نہیں کوئی شان وشوکت کا رعب ودبدبہ نہیں اور جب میں یہاں برطانیہ میں آیا تو یہاں بھی حضرت کی کرم فرمائی اُسی آب وتاب سے مجھ پر رہی۔اس گمنام جگہ میں وہ آتے رہتے تو کبھی اپنے دولت کدہ پر مجھے بلا لیتے اور میری حوصلہ افزائی فرمایا کرتے۔مسائل پر کچھ علمی باتیں بھی ہوا کرتی تھیں۔یقیناً صحیح کہا گیا ہے کہ ''قدر مردم بعد رفتند'' لوگوں کی قدر اُس وقت زیادہ سمجھ میں آتی جب وہ ہمارے درمیان سے رخصت

ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی قبر پر صبح وشام رحمت ونور کی بارش کانزول فرمائے۔آمین بجاہ النبی ﷺ

مولانا محمد نظام الدین مصباحی نے کہا کہ علامہ ممتاز احمد اشرف القادری ایک بہترین شاعر اور امت مسلمہ کے احوال پر گہری اور عمیق نظر رکھنے والے مفکر نہایت ہی شفیق اور خلیق تھے اور وہ صرف ایک درسگاہ کے پڑھے ہوئے عالم ہی نہیں بلکہ بہت بڑے مفکر اور محقق عالم دین بھی تھے اور حضرت کا قلب مسلمانوں کے درد میں ہمیشہ دھڑکتا رہتا تھا۔حلم و بردباری کے پیکر،خلوص وانکساری اور میزبانی میں یکتا تھے۔ ''ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز۔نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز'' کی ایک مجسم تفسیر تھے۔نگاہ لطف وکرم اور حسن مروت ہر کسی پہ یکساں تھی ہم چھوٹوں کو کبھی چھوٹے پن کا احساس ہونے ہی نہیں دیا اور نہ اپنے بڑکپن سے ہمیں کبھی مرعوب کیا۔

مولانا خیر الدین صاحب نے علماء کی شان وعظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَلٰكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ ۔(سورۃ آل عمران،آیت۷۹)

علامہ ممتاز احمد اشرف القادری رحمۃ اللہ علیہ ایک عالم ربانی اور اللہ کے ولی تھے جنھوں نے طالب علمی کے زمانے سے لے کر ساری زندگی تادم آخر درس حدیث سنائیں۔حدیث مبارکہ کے حوالہ سے فرمایا کہ چالیس حدیث سنانے والے کو کل بروز قیامت اللہ تعالی فقہائے کرام کی گروہ میں اٹھائے گا تو بتاؤ حضرت علامہ نے تو ساری زندگی درس حدیث اور دین کی خدمت انجام دی ہے تو اُن کی عظمت وشوکت کا کیا عالم ہوگا۔

مولانا اقبال احمد مصباحی بولٹن نے حدیث مبارکہ '' جنت چار شخصوں کی مشتاق رہتی ہے'' کی روشنی میں فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سناتے ہوئے کہا کہ ممتاز احمد اشرف القادری اُن تمام اوصاف حمیدہ کے حامل تھے جن کا ذکر اِس حدیث مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے۔زہے نصیب کہ جنت آج حضرت کی مشتاق ہے۔انھوں نے علامہ کے نعتیہ مجموعہ کلام ''صبح حرم'' سے ایک نعت شریف سنانا شروع کیا۔

نہیں ہے اب زمانے میں گذارا یارسول اللہ
خبر لیجئے غریبوں کی خدارا یارسول اللہ
تلاطم ہے کہ بڑھتا جارہا ہے بحر عصیاں کا
نہیں ملتا سفینے کو کنارا یا رسول اللہ
قسم اللہ کی کافی ہے دوزخ سرد کرنے کو
تمھاری چشمِ رحمت کا اشارا یا رسول اللہ
یہ ضعفِ ناتوانی اور یہ ہنگامۂ محشر
نہ چھوٹ جائے کہیں دامن تمھارا یا رسول اللہ
یہ مانا جرم اتنے ہیں کہ بخشش ہو نہیں سکتی
مگر ہاتھوں میں دامن ہے تمہارا یارسول اللہ
غضب کی شان ہے اس کالی کملی والے آقا کی
جہاں تھرا اٹھا جس دم پکارا یا رسول اللہ
کہاں کا خوفِ دوزخ اور کیسی فکر جنت کی
ترے دیوانے ہیں محوِ نظارا یارسول اللہ
زباں پہ نام اقدس اور محشر میں ہو رُسوائی
تری رحمت کو ہوگا کب گوارا یا رسول اللہ
قریبِ بارگاہِ پاک اشرف بھی ہے نالہ زن
زمانے کا ستایا غم کا مارا یا رسول اللہ

مصرعِ اول سے مصرعِ ثانی تک پہنچتے پہنچتے مولانا پر رقت طاری ہوگئی، ہچکی بندھ گئی اور آبدیدہ ہوکر واپس بیٹھ گئے تو اِس نعتیہ کلام کو مفتی نظام الدین صاحب قبلہ جنھوں نے نظامت کی باگ ڈور سنبھال رکھی تھی تحت اللفظ میں سامعین کو سنایا تو اُس وقت حضرت علامہ ممتاز احمد علیہ الرحمۃ کو اپنے بیچ نہ پاکر سامعین کے قلوب مضطر لرزتی ہوئی آواز میں داد وتحسین تو پیش کررہے تھے معاً ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے گوہر اشک کا نذرانہ بھی پیش کرنے لگے تھے اور تھوڑی دیر کے لئے جلسہ گاہ میں ایک دم سناٹا چھا گیا، اگر کوئی مدھم آواز تھی تو سسکیوں کی سائیں سائیں پورے مجمع میں تھیں۔

مولانا فروغ القادری گلاسکو نے فرمایا کہ جب کوئی مؤرخ بریڈ فورڈ کی علمی،فکری،تحریکی اور تنظیمی تاریخ لکھے گا تو یہ اُس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی جب تک ممتاز العلماء حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری اور مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں صاحب قبلہ کا تذکرہ نہ کیا جائے۔یہ حضرات یہاں قافلۂ نور کے سالار بن کر تشریف لائے،ان حضرات نے اپنے عزم کی ٹھوکر سے تاریک راتوں کے مسافروں کے راستے کے پتھر کو چراغِ راہ بنادیا۔

بلاشبہ وہ آج ہم میں موجود نہیں لیکن آج بھی جب میں اسلامک مشنری کالج اور صفۃ الاسلام میں جاتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ رات کے اندھیروں میں اُس خداترس برگ علامہ ممتاز احمد اشرف القادری کی آہِ سحر گاہی کے آثار اور اُن کی برستی ہوئی آنکھوں کا آبشار وہاں کی جاے نماز پر اب بھی موجود ہے۔

مولانا عمر حیات قادری نے اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلی بار بولٹن میں مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں کی معیت میں ممتاز العلماء حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری کے ساتھ میری ایک طویل نشست رہی اور مجھے آپ کے علمی فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کا موقع ملا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے معاشرہ کو خیر نصیب ہوتی ہے۔علم کی دنیا میں ان کا مقام یہ ہے کہ تحریر وتقریر کے میدان میں نمایاں نظر آتے ہیں، تفسیر قرآن و بیان کے میدان میں ایک منفرد حیثیت کے مالک ہیں اور برطانیہ کی سرزمین میں ان کا شمار اُن لوگوں میں ہے جو اولین وقت میں یہاں تشریف لائے تھے یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اسلام کا موٹروے اِس سنگلاخ زمین پر بنایا ہے۔ علامہ ابوالمحمود نشتر اور علامہ عبدالوہاب صدیقی ان اولین لوگوں میں آنے والی شخصیت علامہ ممتاز ہیں۔ یہ وہ دور تھا کہ دور دراز اور قرب وجوار کے شہروں میں نہ تو کوئی میت کو غسل دینے والا تھا اور نہ جنازہ پڑھانے والا تھا۔علامہ ممتاز اوران کے رفیق علامہ نشتر بریڈفورڈ سے دور دراز شہروں میں نماز جنازہ پڑھانے جایا کرتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے برطانیہ کی دھرتی پر اور بالخصوص بریڈفورڈ جیسے تمام شہروں میں اسلام کا چراغ اپنوں اور غیروں کے دلوں میں روشن کیا۔ہمیں زندگی میں ان لوگوں کی قدر کرنی چاہیے مگر افسوس کہ ہم ایسا نہیں کرتے اور جب یہ دنیا سے گذر جاتے ہیں تب ہمیں ہوش آتا ہے۔

مفتی محمد اسلم بندیالوی بانی و مدرس جامعہ اسلامیہ رضویہ بریڈفورڈ فرماتے ہیں کہ حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری سے میرے تعلقات ۱۹۸۵ء سے ہیں اور کئی نشستوں میں حضرت کے ساتھ میں رہا ہوں اور ایک مرتبہ تو میں حج پر بھی حضرت کے ساتھ تھا۔حضرت کا طرۂ امتیاز یہ تھا کہ جس طرح حضرت کا نام نامی ممتاز تھا اُسی طرح وہ کلمۂ حق کہنے میں ممتاز تھے۔ جب کہیں بھی کوئی معاملہ یا اجتماع چاہے چاند کا مسئلہ ہو، اوقاتِ سحر وافطار کا مسئلہ یا عقائد اہل سنت الجماعت کے تحفظ پر کوئی فتنہ اٹھے تو انھوں نے کلمۂ حق ہمیشہ بلند کیا اور بلا لحاظِ منصب و مراتبِ شرکائے اجلاس جو حق تھا بے باکی سے کہہ دیا۔ یہاں بھی وہ اعلانِ حق کرنے میں ممتاز تھے۔عقیدہ و مسلک کے حوالے سے بڑے محتاط اور سخت گیر تھے اور صلح کلیت کے وہ سخت خلاف تھے اور باضابطہ بےخطر تردید کرتے تھے۔مسلکِ حقہ اہل سنت والجماعت کی وہ صحیح ترجمانی کرتے اور ایک بے باک ترجمان تھے۔حضرت علامہ ممتاز صاحب قبلہ کے مزاج میں نہایت عجز وانکسار تھا، اس کے ساتھ ہی وہ دینی معاملات میں دینی امور پر بڑی شدت سے پابندی کے ساتھ عمل پیرا ہوتے۔ہم یہ سمجھتے ہیں کہ علامہ ممتاز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس پوری عمروحیات کے اندر ہمارے اسلاف کا نمونہ پیش کیا ہے اور اس پر وہ تادم آخر قائم رہے۔

حضرت کے اندر دینی خدمات کا جذبہ بہت تھا خود ہمارے اس جامعہ اسلامیہ رضویہ جس کا افتتاح ۱۹۹۶ء میں ہوا تھا، کے افتتاحی اجلاس میں دیگر علمائے کرام کی شرکت میں مہمانِ خصوصی قاری عطاء المصطفیٰ امجدی قادری صاحب تھے اور صفِ اول میں مہمانِ خصوصی حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری ۔حضرت کے جذبۂ ایثار اور خدمت قوم وملت کا یہ عالم تھا کہ جہاں جب بھی کوئی مسلک اہل سنت کی خدمت میں کوشاں نظر آتا حضرت اس کی تائید وتعاوُن میں کوئی کمی نہیں چھوڑتے، بہت ہی سچی لگن کے ساتھ، مشفقانہ وا کابرانہ تعاوُن فرماتے۔ پروردگار عالم حضرت کی جتنی بھی مساعیِ جمیلہ ہیں درس و تدریس اور تقریر وتبلیغ کے حوالہ سے قبول فرمائے اور مزار پاک کو بقعۂ نور بنائے۔ آمین بجاہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علامہ قاری محمد اسماعیل مصباحی راچڈیل نے حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری کو خراج عقیدت کے بول خود علامہ ممتاز احمد کے نعتیہ کلام سے چند منتخبہ اشعار سے بڑے ہی والہانہ ترنم ریزی سے کچھ اس طرح پیش کیا کہ آواز کی سحر انگیزی، دل کو چھو جانے والا اندازِ ترنم اور بارگاہِ شہنشاہ مدینہ میں پُرسوز کلام کی معنویت میں زبردست ہم آہنگی پیدا کر دیا۔فرمایا کہ اس میں ان کا دردِ دل، ان کی محبت اور ان کی بے لوث عقیدت ہر ہر حرف سے عیاں ہوتی ہے۔وہ دل سوز کلام اشرفؔ آپ حضرات کی سماعتوں کے حوالہ کچھ یوں ہے۔

سکونِ دلِ بے قرارِ مدینہ ہے جنت بداماں دیارِ مدینہ
طفیلِ علی کملی والے کا صدقہ دِکھا دے الٰہی دیارِ مدینہ

وہ سر دے جو چوکھٹ پہ ہر دم جھکا ہو — وہ دل دے جو ہو بے قرارِ مدینہ
میں سمجھوں گا کام آ گئی زندگانی — جو ہو جاؤں اشرف غبارِ مدینہ

اور کیوں نہ ہو کہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے جتنے اکابرین اساتذہ تھے علامہ سب کے منظورِ نظر تھے۔ نہ صرف محدث مبارکپوری حضرت حافظ ملت کے بلکہ علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب قبلہ ہوں، علامہ ظفر ادیبی صاحب ہوں، بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ ہوں اور مولانا شمس الحق عرف ثانی سعدی ہوں سب کے منظورِ نظر تھے اُس زمانے میں علامہ ممتاز احمد اشرف القادری اور یہ ذوقِ شعر و سخن تو اُس زمانے میں بھی تھا اور علامہ کے والد ماجد حافظ عبدالحلیم مبارک پوری کو حافظ ملت سے انمٹ عقیدت و محبت تھی ان کا پورا خاندان انھیں کی زلفوں کا اسیر ہے بلکہ تین پشتوں سے یہ رسم عقیدت و محبت چلی آ رہی ہے۔ پروردگار عالم حضرت کے درجات بلند فرمائے اور اُن کی محبت و خدمت قبول فرمائے۔ آمین

پیر سید ظہور شاہ صاحب بریڈفورڈ جو برطانیہ میں ۱۹۵۸ء میں تشریف لائے اور علامہ ممتاز احمد اشرف القادری کے بہت ہی پرانے معتقد ساتھی ہیں، فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں یہاں نہ کوئی مسجد تھی نہ مدرسہ تھا، جنازہ تو جنازہ نمازِ عید پڑھانے والا کوئی نہیں تھا۔ ہم چند ساتھی اِس دیارِ غیر میں بس بے بسی اور لاچاری میں آنسوؤں کی سوغات ایک دوسرے کے ساتھ بانٹتے اور کسی ایک کو امام بنا کر بارگاہ رب العزت میں سجدۂ شکرانہ ادا کر لیتے۔ علامہ ممتاز علیہ الرحمۃ والرضوان ۱۹۷۳ء میں تشریف لائے، برطانیہ خصوصاً بریڈفورڈ کی زمین ایک سنگلاخ زمین تھی۔ علم دین حقہ اور عقائد اہل سنت سے تقریباً بے بہرہ تھی۔ بدعقیدگی کا طلسماتی حملہ کافی زور پر تھا کہ ایسے میں علامہ ممتاز احمد مبارک پوری اور ان کے معاصرین نے بریڈفورڈ کی بنجر زمین میں اسلام کا بیج بو کر اُسے سرسبز و شاداب کیا۔ اس سیرابیٔ چمنستان اسلام کا سہرہ علامہ ممتاز اور اُن کے معاصرین کے سر جاتا ہے۔ بالخصوص بریڈفورڈ کی سنگلاخ گیتی اور خارزار وادی میں دین کی حقانیت کے گل و گلزار کھلانے اور ملت کو صراطِ مستقیم پر لانے اور اپنے بزرگوں کے مشن کو کامیاب بنانے کا سہرہ علامہ ممتاز کے سر ہے۔ آج جو ہمارا بریڈفورڈ علم دین متین کی لازوال نعمتوں سے معمور پورے یورپ کے لئے اہلِ سنت والجماعت کا مرکز بنا ہوا ہے اور جس گلشن علم و فن کی خوشبو سے ہم آج اپنی مشام جاں کو معطر کر رہے ہیں اس کا مالی اور معمار قوم و ملت کا نام ممتاز العلماء علامہ ممتاز احمد اشرف القادری علیہ الرحمۃ والرضوان ہے۔ دعا ہے کہ رب قدیر اِس چمنستانِ اشرف کو ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے اور ہمیں ان کی خدمات کو مزید آگے بڑھانے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الحاج ملک رحمت اعوان نے خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایک دن کی بات نہیں، ایک صدی کی بات ہے۔ حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری، علامہ ارشد القادری اور مفکر اسلام علامہ قمر الزماں سے میرا بڑا ہی گہرا تعلق ۱۹۷۴ء سے رہا ہے۔ خلوت و جلوت میں ہماری نشستیں ہوتی رہتی تھیں۔ اُس وقت بریڈفورڈ کے ایک عالم دین (پیر معروف حسین شاہ) کا قول یوں نقل کرتے ہیں کہ پیر صاحب نے فرمایا کہ ''ہماری جماعت اہل سنت والجماعت میں علامہ ممتاز کے پایہ کا عالم دین اِس وقت کوئی نہیں لیکن وہ کسی کا تعاون نہیں کرتے۔'' ملک رحمت صاحب نے کہا کہ میں اس بات کا شاہد ہوں اور علامہ ممتاز علیہ الرحمہ تعاون اس لئے نہیں کر رہے تھے کہ وہ زہر کو گلِ قند نہیں کہہ سکتے تھے کیوں کہ وہ شریعتِ مطہرہ پر سختی کے ساتھ پابند اور شرعی و فقہی مسائل میں کسی بھی حال میں کوئی سمجھوتا نہیں کرتے تھے۔ ملک صاحب نے اپنی بات کو سمیٹتے ہوئے کہا کہ علامہ ممتاز احمد اشرف القادری علیہ الرحمۃ والرضوان کی نشست و برخواست میں رہنا میں اپنے لئے باعث فخر و نجات سمجھتا تھا۔

لاہور سے تشریف لائے عظیم مہمان قاری سیف اللہ صاحب کی تلاوت قرآن، قل شریف اور صلاۃ والسلام ببارگاہ سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب قبلہ نے تمام امت مسلمہ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

میں اپنے جملہ احباب و قرابت داروں اور عزیزوں خصوصاً اپنے سبھی گھر والوں کی طرف سے تمام شرکائے عرس چہلم اور المرکز الاسلامی اور ان کی جانب سے پیش کردہ معاونین عملہ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت اسے قبول فرمائے اور سب کو علامہ ممتاز احمد اشرف القادری رحمت اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ربِّ قدیر علامہ ممتاز احمد اشرف القادری کی تمام علمی، دینی، رفاہی خدمات کو شرف قبولیت بخشے، بشری لغزشوں کو معاف فرما کر جنت الفردوس کا مکین بنائے۔ آمین بجاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ☆

رضا اکیڈمی کا اعتذار

حضرت مخدوم جہاں ہمارے سر کا تاج

بلاشبہ ہم اہل سنت کی بنیادی پہچان یہی ہے کہ ہم انبیائے کرام علیہم السلام، صدیقین وصالحین اور شہدائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عزت وناموس کے سب سے بڑے علمبردار اور محافظ ہیں۔ رضا اکیڈمی ممبئی کے قیام کا مقصد بھی ہماری اسی بنیادی پہچان کو مضبوط اور عام کرنا ہے۔ برصغیر کے اولیائے کرام اور صالحین میں حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات والاصفات بھی ہمارے سر کے تاج ہیں اور ہمارے مشائخ وپیران کرام ان کی عزت وعظمت کے ہمیشہ قصیدہ خواں رہے ہیں۔ میں نے خود بھی آستانۂ عالیہ پر اور مخدوم جہاں کی خانقاہ معظم بہار شریف میں بڑی عقیدت کے ساتھ حاضری دی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا رسالہ ''حجب العوارض عن مخدوم بہار'' بھی اسی جذبہ کے ساتھ شائع کیا گیا تھا کہ ہمارے امام اہل سنت کی ایک کاوش بھی سامنے آئے اور حضرت مخدوم جہاں سے ان کی عقیدت بھی واضح ہوجائے۔ بعض حضرات کا مشورہ تھا کہ عنوان رسالہ کو اگر بزبان اردو پیش کیا جائے تو زیادہ مفید ہوگا۔ نادانستہ طور پر اس کا اردو ترجمہ ایسا ہوگیا جو مخدوم جہاں کی عیب سے محفوظ ذات کے لئے نامناسب اور ان کے بے شمار عقیدت مندوں کے لئے باعث تکلیف ٹھہرا۔

میں بذات خود اور رضا اکیڈمی کے جملہ اراکین صدق دل سے دکھ اور افسوس کے ساتھ اس عنوان سے رجوع کرتے ہیں اور بارگاہ الٰہی میں بواسطہ بارگاہ نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم اور دربارِ مخدوم جہاں میں معافی کے خواستگار ہوتے ہیں اور جملہ عاشقان اولیاء سے معذرت خواہ ہوتے ہوئے اس رسالۂ اعلیٰ حضرت کی نئی اشاعت کا اعلان کرتے ہیں جس کا عنوان یوں ہوگا ''نقل وانتساب کے اصول وضوابط اور مخدوم جہاں کی جانب فرضی نسبت کا سد باب'' جب کہ ازیں قبل رضا اکیڈمی اس رسالہ کو ''مخدوم بہار'' کے نام سے شائع کرچکی ہے۔ ساتھ ہی یہ درخواست کرتا ہوں کہ جن کے پاس گزشتہ اشاعت موجود ہے وہ اپنے سرورق کی اصلاح کرلیں یا سرورق ضائع کردیں۔ امید ہے کہ یہ نئی اشاعت اور ہمارا اعتذار آپ تمام عاشقان اولیاء کے جناب میں مقبول ہوگا۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ لِیْ وَلَکُمْ اَجْمَعِیْنَ۔

اسیر مفتی اعظم: محمد سعید نوری، رضا اکیڈمی، ممبئی

رضا اکیڈمی کا اظہارِ اعتذار ملی اتحاد کے لئے مستحسن قدم

خانقاہ معظم بہار شریف کے بانی اعظم حضرت مخدوم جہاں سے متعلق اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی کے تصنیف کردہ رسالے کی اشاعت میں عربی نام ''حجب العوار عن مخدوم بہار'' کا رضا اکیڈمی کی جانب سے دانستہ یا نادانستہ غلط اردو ترجمہ کرنے یا کرانے کے سبب وہ ترجمہ ملت مسلمہ کو مخدوم جہاں کے ربانی تقدس کے برعکس تنقیص شان محسوس ہوا جس پر بھارت کے مشائخ وعلماء نے اجتماعی احتجاج کرتے ہوئے یہ مطالبہ کیا کہ رضا اکیڈمی اپنی بھول کی اصلاح کرتے ہوئے ایک تحریری اعتذار ورجوع نامہ جاری کرے جس سے ملت کے درمیاں پیدا شدہ ہیجان واضطراب کا سد باب ممکن ہوسکے۔ اللہ کا فضل ہے کہ ملی اضطراب کے سد باب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے رضا اکیڈمی اور اعلیٰ حضرت نیٹ ورک نے مشائخ وعلماء کے اجتماعی مطالبات کو قبول کرتے ہوئے اعتذار ورجوع اور معافی نامہ جاری کردیا۔ رضا اکیڈمی کے جاری کردہ اعتذار پر عالمی صوفی مشن کے صدر اور خانقاہ عالیہ چشتیہ فریدیہ اصدقیہ کے سجادہ نشیں شاہ اشتیاق ایوبی نے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ رضا اکیڈمی کا یہ عمل ملت وامت کے خیر واتحاد کے لئے نہایت مستحسن قدم ہے۔ رضا اکیڈمی کا یہ اقدام وعمل، مسلک صوفیاء اور صوفیاء نوازی کے اقرار واعتراف کے علاوہ ملت ومسلک اہلسنت نیز خانقاہی وقار وعظمت کی اعلانیہ پاسداری کا مظہر بھی ہے۔ ہم دعاء گو ہیں کہ اہلسنت کے معروف ادارے خواہ کسی مکتبہ فکر ومشرب سے تعلق رکھتے ہوں سبھی کو اللہ تعالیٰ ایسی کسی چوک سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

ہر چہار جانب سے مسلکی بطورِ خاص مشربی احتاد کی کوشش ہو، نفاق کی نہ ہو۔ اس کی آسان راہ ہے کہ ہم مسلک صوفیاء کے محبت آمیز دامن کے زیر سایہ زندگی بسر کرنے کی عادت ڈالیں، اتحاد کی فضا خود بہ خود سازگار ہوجائے گی کیونکہ مسلک صوفیاء کے عقائد واصول میں نفاق کا دخل کبھی نہیں رہا ہے۔ قابل قدر سجادگان سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی، سید شاہ سیف الدین احمد فردوسی، سید شاہ آیت اللہ مجیبی قادری، حضرت شاہ مشاھد اصدق چشتی، سید شاہ مصباح الحق عمادی، سید شاہ غلام نبی کلیری، سید شاہ نجم الدین نظامی درگاہ محبوب الٰہی، سید شاہ منہاج الدین مجیبی قادری، سید شاہ رکن الدین اشرف اشرفی الجیلانی کچھوچھوی، حضرت شاہ رکن الدین اصدق غوثی، خطیب بہار سید شاہ حسام الدین فردوسی ولی عہد خانقاہ معظم، سید، شاہ عمیر رضا خاں رضوی بریلوی، سید شاہ انظار احمد ارزاں شاہی، شاہ سیف الدین فیض اصدق، شاہ نور الدین احمد اصدق، شاہ رعیان الدین ابولعلائی، شاہ عامر عشق شاہدی نقشبندی، سید شاہ شبّیر حسن منعمی ابولعلائی، شاہ علوی القادری تیغی، سید شاہ فائق احمد چشتی اجمیری، شاہ علمی حسن ابولعلائی شہسرامی، دیگر سینکڑوں مشائخ وعلماء نے جاری کردہ اعتذار کی ستائش کرتے ہوئے کہا کہ یہ اعتذار ورجوع نامہ نہ تو کسی فرد واحد یا حلقہ خاص یا مشائخ عصر کی فتح ہے اور نہ ہی کسی ادارے یا کسی خاص جماعت یا تنظیم کی شکست بلکہ یہ بفیض مخدوم جہاں منصف مزاج مشائخ وعلماء اور جماعت اہلسنت کے حقیقت پسند سبھی متحرک سرخیل اہل سنت کے اتحاد کے لئے نمودار ہونے والی وہ اتحادی کرن ہے کہ جس کی روشنی میں مستقبل میں اتحاد واتفاق کی مطلوبہ راہ سنگلاخ کو آسان کیا جاسکتا ہے اور نفاق وانتشار پر مبنی ہر قسم کی زہر افشانی سے ملت واہلسنت کو تحفظ فراہم کرنے کی سعی سعید کے ذریعے مثبت فکر وعمل کی روح کو جاں گزیں کیا جاسکتا ہے۔

اشتیاق احمد ایوبی چشتی فریدی اصدقی، صدر: عالمی صوفی مشن دہلی